مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ

# انصارالدین

جلد ۱۳ نمبر ۵ ستمبر - اکتوبر ۲۰۱۶ء تبوک / اخاء ۱۳۹۵ ہجری شمسی

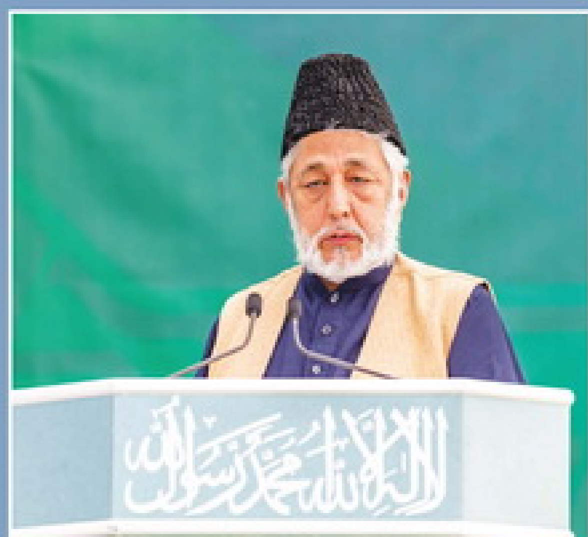


# سالانہ اجتماع انصاراللہ یوکے 2016ء کی چند تصویری جھلکیاں












بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

# انصار الدین

جلد 13　نمبر 5　یہ رسالہ قیادت اشاعت مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیر انتظام شائع کیا جاتا ہے　ستمبر و اکتوبر 2016ء

## انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

## فہرست مضامین



تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟



“Ansaruddin” 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5PT　e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

# درس القرآن

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا
وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾

(سورۃ الفرقان آیت:64)

ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ''سلام''۔

عاجزی اور انکساری ایک ایسا خلق ہے جب کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو اس کے ماحول میں اور اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے جس شخص میں یہ خلق ہو اس پر انگلی اٹھانے کا موقعہ نہیں ملتا بلکہ اس خُلق کی وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، اس سے تعلق رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ہمیں تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ عاجزی اگر کسی میں نظر آتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہے چنانچہ باوجود خاتم الانبیاء ہونے کے آپ اپنے ماننے والوں کو یہی فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو اور اس یہودی کو بھی پتہ تھا کہ باوجود اس کے کہ میں یہودی ہوں اور جھگڑا میرا مسلمان سے ہے اور پھر معاملہ بھی آپ (ﷺ) کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اپنے اس جھگڑے کا معاملہ آپ (ﷺ) کے پاس ہی لاتا ہے، آپ کی خدمت میں ہی پیش کرتا ہے۔ کیونکہ مذہبی اختلاف کے باوجود اس کو یہ یقین تھا اور وہ اس یقین پر قائم تھا کہ یہ عاجز انسان (ﷺ) کبھی اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور اس یہودی کو یہ بھی یقین تھا کہ میرا دل رکھنے کے لئے اپنے مرید کو یہی کہیں گے کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ یہ یقین اس لئے قائم تھا کہ آپ کی جو زندگی اس یہودی کے سامنے تھی اس سے یہی ثابت ہوا تھا اور آپ کا یہ حسن خلق اس کو پتہ تھا اور یہ حسنِ خلق آپ میں اس لئے تھا کہ وہ شرعی کتاب جو آپ پر اتری یعنی قرآن کریم اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو میں نے آیت پڑھی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں سلام۔ یعنی جھگڑے کو بڑھاتے نہیں بلکہ وہیں معاملہ نپٹا کر ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی جھگڑا کرنے کی کوشش بھی کرے تو اس کو آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ جاہلوں کی طرح ذرا ذرا سی بات پر سالوں جنگیں لڑنے کی ان کو عادت نہیں ہے۔ تو یہ ہے وہ حسن خلق جو آنحضرت ﷺ میں تھا اور جو آپ اپنی امت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔

(حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک خطبہ جمعہ سے ماخوذ)

# حدیث النبی ﷺ

حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے ربیب تھے، بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہتا تھا، کھانا کھاتے وقت میرا ہاتھ تھالی میں پھرتی سے ادھر ادھر گھومتا تھا۔ حضور ﷺ نے میری یہ عادت دیکھ کر فرمایا کہ اے بچے! کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو، کُلْ بِيَمِيْنِكَ وَمِمَّا يَلِيْكَ۔ اسی طرح اپنے دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (صحیح بخاری کتاب الاطعمہ باب التسمیۃ علیٰ الطعام والاکل بالیمین)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو بچپن ہی سے ادب سکھانے کا حکم دیا ہے اور اپنے عزیزوں کو بھی بچپن میں ادب سکھا کر عملی ثبوت دیا ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب چھوٹے تھے تو ایک دن کھاتے وقت آپ نے ان کو فرمایا کُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اس وقت اڑھائی سال کے قریب ہوگی۔ ہمارے ملک میں اگر بچہ سارے کھانے میں ہاتھ ڈالتا اور سارا منہ بھر لیتا ہے بلکہ ارد گرد بیٹھنے والوں کے کپڑے بھی خراب کرتا ہے تو ماں باپ بیٹھے ہنستے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کرتے یا یونہی معمولی سی بات کہہ دیتے ہیں جس سے ان کا مقصد بچہ کو سمجھانا نہیں بلکہ دوسروں کو دکھانا ہوتا ہے۔'' (منہاج الطالبین، انوار العلوم جلد 9 صفحہ200)

ایسے ہی آنحضرت ﷺ نے عام ہدایت فرمائی کہ تم میں سے کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب آداب الطعام)

حضرت عکراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو مرہ نے اپنے اموال صدقہ دے کر مجھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب میں مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت حضور ﷺ مہاجرین اور انصار کے درمیان رونق افروز تھے۔ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور امِ سلمہؓ کے گھر لے گئے اور ان سے دریافت کیا کہ کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے ثرید کا پیالہ پیش کیا، جس میں ثرید اور بوٹیاں کافی تھیں۔ ہم اس میں سے کھانے لگے، مَیں کبھی اِدھر سے اور کبھی اُدھر سے کھاتا اور حضور ﷺ اپنے سامنے سے کھا رہے تھے۔ حضورؐ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے عکراش! کھانا ایک جگہ سے کھاؤ، تمام کھانا ایک ہی طرح کا ہے۔ پھر ہمارے سامنے ایک طشت لایا گیا جس میں مختلف قسم کے کھجور اور ڈوکے تھے۔ میں تو سامنے سے کھانے لگا اور حضورؐ اپنی پسند کے مطابق کبھی ادھر سے اور کبھی اُدھر سے چن چن کر کھاتے اور فرمایا: اے عکراش! اپنی پسند کی چن چن کر کھاؤ کہ مختلف اقسام کی ہیں۔ پھر پانی لایا گیا، حضورؐ نے اپنا ہاتھ دھویا اور اپنا گیلا ہاتھ اپنے چہرے، سر اور بازوؤں پر پھیرا اور فرمایا: اے عکراش! یہ آگ پر پکی ہوئی چیز کا وضو ہے یعنی کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ صاف کر لئے جائیں۔ (جامع ترمذی ابواب الاطعمہ باب ماجاء التسمیۃ علیٰ الطعام)

# کلام الامام علیہ السلام

## جب تک انسان کی فطرت میں سعادت اور ایک مناسبت نہ ہو ایمان پیدا نہیں ہوتا

قرآن شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان کی فطرت میں سعادت اور ایک مناسبت نہ ہو ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کے ماموراور مُرسل اگرچہ کھلے کھلے نشان لے کر آتے ہیں مگر اس میں بھی کوئی شُبہ نہیں کہ ان نشانوں میں ابتلاء اور اخفاء کے پہلو بھی ضرور ہوتے ہیں۔ سعید جو باریک بین اور دُور بین نگاہ رکھتے ہیں اپنی سعادت اور مناسبتِ فطرت سے اُن اُمور کو جو دوسروں کی نگاہ میں مخفی ہوتے ہیں دیکھ لیتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں۔ لیکن جو سطحی خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور جن کی فطرت کو سعادت اور رُشد سے کوئی مناسبت اور حصہ نہیں ہوتا وہ انکار کرتے ہیں اور تکذیب پر آمادہ ہو جاتے ہیں جس کا برا نتیجہ اُن کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

دیکھو مکّہ معظّمہ میں جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا تو ابوجہل بھی مکّہ ہی میں تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکّہ ہی کے تھے لیکن ابوبکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپؓ نے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھہرے۔ لیکن ابوجہل نے باوجودیکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔

اس میں کیا سرّ تھا؟ پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی۔ ایک صدیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابوالحکم کہلاتا تھا وہ ابوجہل بنتا ہے۔ اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت ہی پر منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلّم بن جاتی ہے اور امورِ حقہ کی تعلیم دیتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔

مَیں بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور مَیں وہ قوت اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں مگر افسوس مَیں اس دنیا کے فرزندوں کو کیونکر دکھا سکوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے کہ وہ وقت ضرور آئے گا کہ خدا تعالیٰ سب کی آنکھ کھول دے گا اور میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائے گی لیکن وہ وقت وہ ہوگا کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جاوے گا اور پھر کوئی ایمان سُودمند نہ ہوسکے گا''۔

(ملفوظات جلد سوم جدید ایڈیشن صفحہ8-6)

# فرمودات

## حضرت خلیفۃالمسیح الخامس

## ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آئندہ نسل کی صحیح تربیت کرنا قوم کو زندہ رکھنے کا ایک حتمی اور یقینی ذریعہ ہوتا ہے۔ اپنی قوم اور نسل کی بقا سے متعلق ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہئے:

''**ہماری اور ہماری نسلوں کی بقا ہر حالت میں جماعت سے جڑے رہنے سے وابستہ ہے۔** جماعت اور اسلام کا غلبہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے...... اگر ہماری تربیت کا حق ادا کرنے میں کمی ہماری اولادوں کو دین سے دُور لے جاتی ہے...... تو اس سے دین کے غلبے کے فیصلے پر کوئی فرق نہیں پڑتا، ہاں جو کمزوری دکھاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ پس اس اہم بات کو اور یہ بہت ہی اہم بات ہے ہمیں ہمیشہ ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور اس کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی نسلوں کی تربیت کی فکر کی ضرورت ہے۔'' (خطباتِ مسرور جلد ہشتم صفحہ 507)

پس اگر ہم چاہتے ہیں اور یقیناً چاہتے ہیں کہ غلبۂ دین کا کام ہمارے اور ہماری نسلوں کے ذریعہ ہو تو یہ کام بچوں کی اچھی تربیت ہی سے ممکن ہے۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ ان بچوں کی ایسی تربیت کرو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اِدراک انہیں بچپن سے حاصل ہو جائے۔ (بحوالہ الفضل 7 نومبر 2014ء)

مجلس انصاراللہ کے عہد کی پاسداری کیلئے بھی یہ امر نہایت ضروری ہے کیونکہ وہ عہد جو اجتماعی پروگراموں میں ہم دوہراتے ہیں اس میں اولاد کی تربیت کی غرض سے ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتے رہنے کا عہد بھی شامل ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ گویا ہر جان کو خدا تعالیٰ متنبہ کر رہا ہے کہ تم نے کل کے لئے کیا تیاری کی ہے، کن اولادوں کو آگے بھیجو گے اور کیا وہ خدا کی عبادتگزار نسلیں ہوں گی یا عبادت سے غافل نسلیں ہوں گی۔ اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو تربیت کا زمانہ ہوتا ہے اس وقت غفلت برتی جاتی ہے اور جب (اولاد) ہاتھ سے نکلنے لگتی ہے تو اس وقت بے بسی کی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ مومن تو آسائش کے وقت بھی خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کی نعمتوں کے شکر سے غافل نہیں ہوتے۔ اس لئے **اپنی اولاد کی تربیت کی فکر کریں اور ان پر معاشرے کے غلط رنگ کبھی نہ چڑھنے دیں۔ انہیں تقویٰ کے رنگوں سے مزین کریں۔ انہیں نمازوں کا عادی بنائیں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ ان کی نیکیوں اور دین کی خدمت کی باتیں آپ کے لئے فخر کا باعث ہونی چاہئیں۔ اگر آپ متقی اور دیندار اولاد چھوڑ جائیں تو یہی وہ متاع ہے جو آخرت میں بھی آپ کے کام آئے گی...... اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور اپنی اصلاح اور اولاد کی نیک تربیت پر دھیان دیں۔** اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے...... آمین''۔

(سالانہ اجتماع انصاراللہ جرمنی 2011ء کے موقع پر حضور انور کا پیغام بحوالہ ماہنامہ انصاراللہ نومبر 2011ء)

# ہمارا خدا۔ ہستی باری تعالیٰ کے عقلی دلائل 5

## ﴿حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تصنیف لطیف سے ماخوذ﴾

انصار کو خدا تعالیٰ کی ہستی کے عقلی دلائل سے لیس کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ کتاب ''ہمارا خدا'' (جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تصنیف ہے) کے منتخب مضامین سے تلخیص کا سلسلہ گزشتہ چند شماروں سے شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

ذیل میں اس کتاب کے صفحات 162 تا 200 کی تلخیص ہدیہ قارئین ہے:

**(انتخاب و تلخیص: محمود احمد ملک)**

---

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

### ایمان باللہ کے عظیم الشان فوائد

خدا پر ایمان لانا اپنے اندر بعض ایسے اہم فوائد رکھتا ہے جو بغیر اُس پر ایمان لانے کے کسی اَور طریق سے پوری طرح حاصل نہیں ہوسکتے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں کوئی چیز اسی اُصول پر اختیار کی جاتی ہے کہ وہ کس حد تک مفید ہے۔ پس اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ خدا پر ایمان لانا نسلِ انسانی کیلئے نفع بخش ہے تو اس صورت میں خدا کے عقیدہ کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ بیشک ان دلائل سے یہ استدلال نہیں ہوسکتا کہ کوئی خدا ہے یا ہونا چاہئے۔ یہاں اُن عظیم الشان فوائد سے بحث نہیں جو رُوحانی طور پر ایمان باللہ اور تعلق باللہ سے انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً خدا کے ساتھ ذاتی تعلق۔ اُس کی تائید و نصرت کا حصول۔ علم و عرفان کی ترقی۔ اُخروی نجات وغیرہ۔ بلکہ یہاں صرف اُن اُصولی فوائد کا ذکر ہے جو خدا تعالیٰ پر معقولی طور پر ایمان لانے کے نتیجہ میں بنی نوع انسان کو عام طور پر حاصل ہوسکتے ہیں۔

### وحدت اور اخوّت کا جذبہ

سب سے پہلا فائدہ ایمان باللہ کا وحدت و اخوّت کے جذبات کا پیدا کرنا ہے۔ دنیا کے امن اور اقوامِ عالم کی ترقی و بہبود کے لئے یہ بات لازمی ہے کہ مختلف اقوام ایک دوسرے کے خلاف تعصّب کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں بلکہ حتّی الوسع دوسروں کے متعلق ہمدردی اور قربانی اور ایثار کا طریق اختیار کریں اور اسی طرح افراد کیلئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے متعلق محبّت و اخوت اور ہمدردی و تعاون کی روح پیدا کریں تاکہ دنیا میں امن کا قیام اور نسل انسانی کی ترقی ہو۔

یہ عقیدہ کہ ہم سب لوگ ایک واحد قادر خدا کی مخلوق و مملوک ہیں اور ہم سب کا ملجاء و ماویٰ وہی یکتا ہستی ہے جس کے قبضۂ تصرف سے دُنیا کی کوئی چیز باہر نہیں۔ یہ عقیدہ جس مضبوطی اور وضاحت کے ساتھ ہمارے دلوں میں باہم محبّت و وحدت و اخوت کے جذبات پیدا کردیتا ہے وہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ بیشک ایک ملک کا باشندہ ہونا یا ایک قوم سے تعلق رکھنا وغیرہ، سب ایسی باتیں ہیں جو کم و بیش وحدت و اخوت پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہیں لیکن واحد خالق کی مخلوق ہونے پر ایمان، بلکہ یہ خیال کہ ہمارا یہ مالک و آقا زندہ سلامت ہمارے سر پر موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہ ایمان تمام بنی نوع آدم کو فوراً بھائی بھائی بنادیتا ہے اور اس یقین کے پیدا ہوتے ہی باہم بغض و عداوت کے خیالات کافور ہوکر اُن کی جگہ محبّت و اخوّت اور ایک دوسرے کیلئے ہمدردی اور قربانی کے جذبات پیدا ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ خدا پر ایمان لانا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنے آپ کو ایک ماں باپ کی اولاد سمجھنا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہر شخص جو خدا پر ایمان لانے کا مدّعی ہے باہم اخوّت و وحدت کے جذبات اپنے دل میں رکھتا ہے کیونکہ دُنیا میں ہزاروں چیزیں انسان کی حالت پر اثر ڈالتی رہتی ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی آدمی کے دل میں خدا کا خیال ایک ایسا کمزور خیال ہو جو اس کے دل و دماغ پر اتنا اثر پیدا نہ کرسکے کہ جو اخوّت و وحدت کے جذبات پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اُصولی طور پر خدا کا عقیدہ ان جذبات کے پیدا کرنے والے موجبات میں سب سے اہم اور بڑا ہے۔ اور اگر کوئی دوسرے موانع نہ پیش آجائیں تو یقیناً ایک مومن باللہ ایک کافر باللہ کی نسبت نسلِ انسانی کا زیادہ ہمدرد اور زیادہ خیر خواہ ہوتا ہے۔

انگریزی کی مثل ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو میرے کُتّے سے بھی محبت کرو۔ یعنی جن چیزوں کا میرے ساتھ تعلق ہے ان کو بھی اپنی محبت میں شریک کرو۔ یہ مثل فطرتِ انسانی کے صحیح مطالعہ پر مبنی ہے۔ پس اگر ہمیں خدا پر ایمان اور خدا کے ساتھ تعلق ہے تو پھر یہ قطعاً ناممکن ہے کہ ہمارا دل مخلوقات اور خصوصاً انسان کی محبّت سے خالی رہ سکے۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ پختگی اور یقین کے ساتھ ایمان باللہ پر قائم ہوئے ہیں وہی لوگ ہمدردیٔ خلق کے جذبات میں سب سے اعلیٰ مرتبہ پر تسلیم کئے جاتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ خُدا کے منکرین بھی بسا اوقات دوسروں کے ساتھ محبت و ہمدردی کا سلوک کرتے اور رفاہِ عام کے کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ ویسے ہم نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ یہ جذبات سوائے ایمان باللہ کے اَور کسی ذریعہ سے پیدا نہیں ہوسکتے بلکہ ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ بنی نوع آدم میں اکمل صورت میں یہ جذبات صرف ایمان باللہ کے نتیجہ میں ہی پیدا ہوسکتے ہیں اور باقی ذرائع اپنی کیفیت اور کمیّت میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ دراصل خدا کا وجود وہ مرکزی نقطہ ہے جہاں پہنچ کر تمام مخلوقات بالآخر جمع ہوجاتی ہے اور وحدت اور جمعیّت کا خیال اس نقطہ کے ساتھ لازم و ملزوم کے طور پر لگاہؤا ہے۔ کیا ایک باپ کی اولاد ہونے کی نسبت مختلف باپوں کی اولاد ہونا وحدت و اخوّت کا زیادہ موجب ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

ایک دہریہ کے بنی نوع کے لئے ہمدردانہ جذبات رکھنے کی دو وجوہات ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ اپنے اردگرد کے مذاہب کی تعلیم سے محسوس طور پر یا غیر محسوس طور پر متأثر ہوکر انسانی ہمدردی کو ایک مستحسن فعل سمجھتا ہے۔ اور پھر دانستہ یا نادانستہ وہ کوشش کرتا ہے کہ ایسے فعل میں جو مسلّمہ طور پر مستحسن سمجھا جاتا ہے وہ اُن لوگوں سے پیچھے نہ رہے جو خدا کے قائل ہیں۔ گویا مقابلہ کا خیال اور بدنامی کا ڈر اس سے یہ کام کرواتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کے اندر کبھی بھی یہ جذبات اعلیٰ اور اکمل صورت میں ظاہر نہیں ہوسکتے اور وہ بے لوث اور طبعی رنگ پیدا نہیں

ہوسکتا جو ایک خدا پر ایمان لانے والے میں پایا جاتا ہے۔ دہریہ کی محبت ایسی ہوتی ہے جیسا کہ ایک سوتیلی ماں اپنے خاوند کو خوش کرنے کیلئے یا محلّہ والوں میں بدنامی سے بچنے کیلئے اپنے سوتیلے بچوں سے کرتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دہریہ بھی اس بات کو سمجھتا ہے کہ نسلِ انسانی کی ترقی و بہبودی کی بنیاد لوگوں کا باہمی محبّت اور سلوک سے رہنا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ صورت بھی ایک ضابطہ اور معاملہ کا رنگ رکھتی ہے اور وہ طبعی اور جذباتی رشتہ پیدا نہیں کر سکتی جو ایمان باللہ کا عقیدہ پیدا کرتا ہے۔

پس دہریہ کے دل میں انسانی ہمدردی کے خیالات جن وجوہات سے پیدا ہوتے ہیں وہ اُسے قطعاً اس اعلیٰ اور اشرف مقام تک نہیں پہنچا سکتے جو ایمان باللہ کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوسکتا ہے۔ نیز جو دیگر وجوہات ہمدردی اور محبت کے خیالات پیدا کرنے کی ایک دہریہ کے لئے ہیں اُن سے ایک مومن باللہ بھی اُسی طرح فائدہ اُٹھا سکتا ہے لیکن ایمان باللہ کے نتیجہ میں جو جذبات پیدا ہوتے ہیں وہ صرف مومنوں کے ساتھ مخصوص ہیں اُن سے ایک دہریہ متمتع نہیں ہوسکتا۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ اَور جتنے بھی موجباتِ وحدت ہیں وہ گو ایک حد تک تعاون اور ہمدردی اور قربانی کی رُوح پیدا کر دیں، لیکن اخوّتِ انسانی کا جذبہ وہ کسی صورت میں بھی پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ اخوّت کا جذبہ یعنی یہ خیال کہ سب انسان بھائی بھائی ہیں سوائے اس کے اَور کسی صورت میں پیدا نہیں ہوسکتا کہ انسان کے اوپر ایک واحد خالق و مالک و آقا کے وجود کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اخوّت کے معنے ہی یہ ہیں کہ ہم سب ایک منبع سے نکلی ہوئی ہستیاں ہیں۔ پس اس لحاظ سے بھی ایمان باللہ کی ضرورت اور اس کا مفید ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ جب تک اخوت کا جذبہ فطری طور پر پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک ظاہری اتحاد پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ اندیشہ رہے گا کہ جب کبھی بھی کسی کی مرضی کے خلاف کوئی بات ہوگی تو فوراً خودغرضی کے خیالات غالب آ کر بغض و عداوت کا رنگ پیدا کر دیں گے۔ پس دنیا کا امن یقیناً اس وقت تک خطرہ میں ہے جب تک کہ لوگ یہ ایمان قائم نہ کر لیں کہ ہمارے اوپر ایک واحد خدا ہے جو ہمارا خالق و مالک ہے اور اسی لئے ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ اور اگر کبھی باہم اختلاف پیدا ہو تو ہمیں انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے بلکہ دوسرے کی خاطر قربانی اور ایثار کرنا چاہئے۔

دراصل ضابطہ اور معاملہ کے تعلقات (قوانین اور معاہدات) محض خودغرضی پر مبنی ہوتے ہیں کیونکہ انسان محسوس کرتا ہے کہ اگر میں دوسروں کے ساتھ اچھے تعلقات نہ رکھوں گا تو دوسرے بھی میرے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئیں گے۔

## کیا مذہب دنیا میں جنگ وجدال کا موجب ہے؟

ایک شبہ بعض لوگوں کی طرف سے یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ دنیا میں مذہب کا وجود باہم فتنہ وفساد اور فرقہ بندیوں کا موجب ہے کیونکہ مذہب انسان کے اندر تنگ خیالی اور کم حوصلگی پیدا کرتا ہے۔ دراصل یہ اعتراض محض قلّتِ تدبّر کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے۔ مگر اِس اعتراض کو درست مان لینے سے بھی یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ اس دُنیا کا کوئی خالق نہیں ہے۔ لیکن اگر واقعی کوئی خدا موجود ہے تو پھر اُس کا ماننا خواہ کچھ بھی نتیجہ پیدا کرے ہمیں یہ حق نہیں دیتا کہ ہم اس کی موجودگی سے ہی انکار کر دیں۔

حق یہ ہے کہ مذہب فتنہ وفساد کا موجب نہیں ہوتا۔ بلکہ جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ خدا کا خیال فطرتاً لوگوں کے دلوں میں باہم محبت و اخوّت کے جذبات پیدا کرتا ہے اور تمام قومی اور ملکی اور نسلی تعصّبات کو مٹا کر ایک عالمگیر اخوتِ انسانی کا خیال قائم کرنے کا موجب ہے۔ بدقسمتی سے مذہب پر تنگ خیالی کا یہ اعتراض کرنے والے مذاہب کی تعلیمات سے بے خبر ہیں کیونکہ تمام مذاہب کے متبعین بھی اپنے مذاہب کی حقیقت سے دُور پڑے ہوئے ہیں اور خود مذاہب کی شکل وصورت بھی انسانی دست بُرد سے بُری طرح مسخ ہو چکی ہے۔

دراصل دُنیا میں قیام امن اور نسلِ انسانی کی دماغی روشنی کیلئے مذہب سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ کسی مذہب کے اُس زمانہ کو لے لو جس میں اس کے متبعین اس مذہب کی حقیقت پر قائم نظر آتے ہیں اور پھر تم دیکھو گے کہ وہ لوگ کیسے عالی حوصلہ اور وسیع خیال اور ہمدرد بنی نوع انسان اور امن اور صلح کے خواہاں نظر آتے ہیں۔ لیکن جس زمانہ کے متبعین اپنے مذہب کی حقیقت سے دُور ہو گئے ہوں تو اُن میں تنگ خیالی، کم حوصلگی، بیجا تعصّباتِ مِلّی، معمولی اختلافات پر لڑائی کا خیال اور امن شکنی کی طرف میلان نظر آئے گا۔ چنانچہ آجکل دوسری قوموں کی طرح مسلمان کہلانے والے بھی تنگ خیالی کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں اور بے جا تعصّباتِ مِلّی نے ان کی انسانیت کے اعلیٰ اور اشرف جذبات کو مغلوب کر رکھا ہے اور بات بات میں بیہودہ اختلافات پیدا کر کے امن شکنی کی طرف مائل ہو جانا ان کی عادت میں داخل ہو گیا ہے۔ مگر کیا یہ اسلام کا قصور ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب مسلمان اسلام پر قائم تھے اور اسلامی رُوح ان کے اندر زندہ تھی اس وقت وہ ایک روشن خیال، وسیع حوصلہ، دوسروں کے ہمدرد، امن پسند اور دوسروں کی خاطر ایثار دکھانے والی قوم تھے۔

اسی طرح دوسری قوموں کا حال ہے۔ عیسائیت جب قائم ہوئی تو اس کے متبعین نے قربانی وایثار اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کا بہت اچھا نمونہ دکھایا۔ لیکن جب مسیحی لوگ عیسائیت کی اصل تعلیم اور مسیحی رُوح سے دُور جا پڑے تو پھر انہوں نے بھی دُنیا میں ظلم وستم کا طوفان برپا کر دیا۔ چنانچہ Reformation کے زمانہ کی تاریخ ہمارے دعویٰ کا کافی ثبوت ہے۔ ہندو اور سکھ اور دوسرے مذاہب کی تاریخیں بھی کم وبیش یہی نظارہ پیش کرتی ہیں بلکہ بعض لحاظ سے ہندوؤں اور سکھوں میں یہ منظر زیادہ بھیانک صورت میں نظر آتا ہے۔ پس جو الزام مذہب پر لگایا جاتا ہے وہ مذہب پر نہیں پڑتا بلکہ وہ مذہب کی رُوح سے دُور جا پڑنے کا نتیجہ ہے۔

چونکہ بدقسمتی سے موجودہ زمانہ کی تمام اقوامِ عالَم مذہب کی رُوح کو ضائع کر چکی ہیں اس لئے کوتہ بین نکتہ چینوں کو اعتراض کرنے کا اچھا موقعہ مِل گیا ہے۔ اسی لئے خداوند قدوس نے کمال شفقت سے اپنے ایک پاک بندہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اِس زمانہ میں ہدایتِ خلق کے لئے مبعوث فرمایا ہے تا کہ اُن اعتراضات کا ازالہ ہو جو لوگوں کی بداعمالی کی وجہ سے مذہب پر پڑتے تھے، اور لوگ اپنے آسمانی آقا کو پہچان کر پھر بھائی بھائی بن جائیں۔ مگر افسوس ہے کہ لوگوں نے اس مصلحِ ربّانی کے خادموں کے ساتھ بھی وہی جاہلانہ اور متعصّبانہ طریق اختیار کر رکھا ہے جو ان لوگوں کا شیوہ ہے۔ چنانچہ کئی بے گناہ احمدی نہایت ظالمانہ طور پر شہید کر دیئے گئے اور اس طرح غیروں کو یہ اعتراض کرنے کا موقعہ مل گیا کہ اسلام جبر وتشدّد اور بے جا تعصّب کی تعلیم دیتا ہے۔

دوسرا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ مذہب جغرافیائی حدود یا نسلی قیود میں محصور نہیں ہوتا بلکہ مذہب اُن عقائد، خیالات اور ضابطۂ عمل کا نام ہے جو کوئی شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق رکھتا ہے اور جسے وہ حق سمجھ کر دوسروں تک وسیع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس مذہب وہ عمارت ہے جس کے اندر ہر شخص داخل

ہوسکتا ہے خواہ وہ کسی قوم یا کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو۔ بلکہ جس کے اندر داخل ہونے کی دعوت ہر مذہبی شخص دوسروں کو دیتا ہے۔ اندریں حالات کوئی شخص جو حقیقی طور پر مذہب کی غرض کو پورا کرنا چاہتا ہے کسی صورت میں بھی تنگ خیالی یا فتنہ وفساد کا مرتکب نہیں ہوسکتا بلکہ برخلاف اس کے ایسے شخص کی یہ انتہائی کوشش ہوگی کہ وہ اپنے حُسنِ اخلاق اور پُرامن تبلیغ وتلقین سے دوسروں کو اپنا ہم خیال بنالے۔

تیسرا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ اگر بعض اوقات مذہب جنگ وجدال کا موجب ہوتا ہے تو کیا دیگر چیزیں اس کا موجب نہیں ہوتیں؟ ملکی، قومی اور سیاسی اختلافات۔ تجارتی اور اقتصادی امور وغیرہ دُنیا میں بیسیوں باتیں اقوام وافراد کے درمیان فساد کا موجب ہوجاتی ہیں تو کیا اس وجہ سے اُن سب کو ترک کر دیا جائے؟ یعنی گویا زندگی کے تمام شعبوں کو ترک کر کے ہر شخص رہبانیت اختیار کر لے تاکہ دوسروں کے ساتھ اختلاف کی کوئی صورت ہی پیدا نہ ہو۔

پس یہ سب نادانی اور جہالت کی باتیں ہیں۔ مذہب کو ہرگز کوئی خاص رشتہ تنگ خیالی یا جنگ وجدال سے نہیں ہے بلکہ جس طرح اَور باتیں اقوام وافراد کے درمیان امن شکنی کا موجب ہوجاتی ہیں اسی طرح (گو درجہ میں ان سے بہت کم) کبھی کبھی مذہبی اختلاف بھی اس کا موجب اُس وقت ہوجاتا ہے جبکہ لوگ مذہب کی حقیقت سے دُور جا پڑتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہود اور مشرکین نے مذہب کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے محض ظلم اور تعدّی کے طور پر بیگناہ مسلمانوں کے خلاف جنگ برپا کردی تو پھر مسلمانوں کو بھی خود حفاظتی کی خاطر تلوار کا جواب تلوار سے دینا پڑا۔ اس کے ذمہ وار کلیۃً مذہب کی حقیقت کو نہ سمجھنے والے مشرکین ویہود تھے اور مسلمانوں کی طرف سے یہ جنگ صرف قیامِ امن کی خاطر تھی۔

چوتھا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ معترضین نے مذہب کے معنے سمجھنے میں بھی غلطی کھائی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مذہب صرف خدا کے عقیدہ کا نام ہے اور جب کوئی یہ عقیدہ ترک کردے تو اُس نے گویا مذہب کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ گو عرفی طور پر خدا کے عقیدہ کا تارک لامذہب کہلاتا ہے، لیکن اگر مذہب کے معنوں پر غور کیا جائے تو پتہ لگتا ہے کہ کسی انسان کے لئے یہ قطعاً ناممکن ہے کہ مذہب کی قید سے مطلقاً آزاد ہوسکے۔ کیونکہ درحقیقت مذہب ان خیالات وعقائد اور طریقِ عمل کا نام ہے جو انسان موت وحیات کے متعلق اپنی زندگی میں اختیار کرتا ہے۔ پس یہ سوال تو پیدا ہوسکتا ہے کہ ہم یہ مذہب پسند نہیں کرتے یا وہ مذہب پسند نہیں کرتے لیکن جب تک انسان زندہ ہے اُسے فلسفۂ موت وحیات کے متعلق کچھ خیالات وعقائد رکھنے پڑیں گے۔ چنانچہ اگر کوئی معروف الہامی مذاہب سے منحرف ہوکر اپنے لئے خود اپنے دماغ سے کوئی نیا طریق نکال لے تو بھی ایسا شخص حقیقتاً لامذہب نہیں کہلا سکتا بلکہ جو طریقِ عمل بھی وہ اپنے لئے پسند کرے گا وہی اس کا مذہب ہوگا۔

پھر یہ کہ تم خدا کو یا تو مانو گے یا انکار کرو گے۔ اگر مانو گے تو اس کی کوئی نہ کوئی صفات بھی تسلیم کرو گے۔ اگر انکار کرو گے تو اس عالم کی ابتداء اور حیات کے آغاز کے متعلق تمہیں کوئی نہ کوئی عقیدہ قائم کرنا پڑے گا۔ پھر مختلف لوگوں یعنی دوست، دشمن، رشتہ دار، غیر رشتہ دار، خاوند، بیوی، خادم، آقا، بادشاہ، رعایا وغیرہ وغیرہ کے ساتھ معاملہ کرنے میں تمہیں کوئی نہ کوئی طریق عمل اختیار کرنا ہوگا اور یہی خیالات اور یہی طریق عمل تمہارا مذہب کہلائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ کوئی شخص مذہب کی قید سے مطلقاً آزاد نہیں ہوسکتا اور کسی کے لامذہب ہونے کا صرف یہ معنی ہے کہ وہ کسی معروف الہامی مذہب کا پیرو نہیں۔ پس یہ اعتراض کہ مذہب جنگ وجدال اور تنگ خیالی پیدا کرتا ہے ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

علاوہ ازیں اگر لوگ الہامی مذاہب کی پیروی سے آزاد بھی ہوجائیں تو پھر بھی اُن کے اندر مذہبی خیالات موجود رہیں گے بلکہ اس صورت میں دُنیا میں مذاہب کی تعداد یقیناً موجودہ تعداد سے بھی بہت زیادہ بڑھ جائے گی کیونکہ ہر شخص اور ہر گروہ اپنے خیالات کی بنیاد پر اپنا مذہب بنالے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح اختلافات کی کثرت ہوگی جس سے آئے دن مذہب کے نام پر فتنہ وفساد ہؤا کرے گا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ فتنہ وفساد اور تنگ خیالی کا موجب صرف الہامی مذاہب ہوسکتے ہیں جن کا مرکزی نقطہ خدا کی ذات اور جزا سزا کا عقیدہ ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ اپنے آپ کو نجات یافتہ سمجھتا ہے اور دوسروں کو جہنمی قرار دیتا ہے چنانچہ ایک دوسرے کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات رکھتا ہے۔ جبکہ غیر الہامی مذاہب خدا اور جزا سزا کا عقیدہ نہ رکھنے کی وجہ سے باہم نفرت کا موجب نہیں ہوسکتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ فطرتِ انسانی کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ دوسرے کو خطرہ کی حالت میں دیکھنے کا طبعی اور فطرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اس کے بچانے کے واسطے کوشش کا خیال دل میں آتا ہے اور یہ بالکل غیر طبعی ہے کہ ایسے موقع پر نفرت اور حقارت کے خیالات پیدا ہوں۔ کیا اگر کوئی کسی کو دریا میں ڈوبتا ہؤا دیکھے تو اس کے دل میں نفرت وعداوت کا خیال آئے گا یا یہ کہ وہ اس کے بچانے کی کوشش کرے گا؟ اگر وہ ڈوبنے والے کو حقارت سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو وہ انسانیت سے گرا ہوا شخص سمجھا جائے گا اور اُس کی فطرت مُردہ قرار دی جائے گی۔ اسی طرح جو شخص اپنے مذہب کو نجات کا رستہ سمجھنے کی وجہ سے دوسروں سے نفرت کرتا ہے اور ان کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتا ہے اُس شخص کے متعلق یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ مذہب کی حقیقت پر قائم ہے۔

علاوہ ازیں مذہب کے انعامات اور افضال مادی مال کی طرح نہیں ہیں کہ اُن کا وارث اس بات سے خائف ہو کہ اگر وہ کسی دوسرے کو مل گئے تو مَیں اس سے محروم ہوجاؤں گا۔ بلکہ وہ ایک ایسی چیز ہے کہ جو دوسروں کو بتانے سے ترقی کرتی ہے۔ پس ایک لامذہب سے اس وجہ سے نفرت کرنا بھی خارج از سوال ہے۔

پس کسی جہت سے بھی دیکھا جائے خدا کا عقیدہ یا مذہب کسی صورت میں بھی تنگ خیالی اور فتنہ وفساد کا موجب نہیں ہوسکتا۔ اور اگر کوئی شخص باوجود ایک مذہبی آدمی کہلانے اور خدا پر ایمان لانے کا دعویٰ رکھنے کے، تنگ خیالی اور مذہب کے نام پر فتنہ وفساد کا موجب ہوتا ہے اور بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کی بجائے کینہ وعداوت کے خیالات رکھتا ہے تو وہ ہرگز حقیقی معنوں میں مذہبی آدمی نہیں کہلا سکتا اور اس کا جسم یقیناً مذہب کی مقدس روح خالی ہے۔ اور اس کا خُدا پر ایمان لانے کا دعویٰ صرف ایک زبانی دعویٰ ہے۔

یہ درست ہے کہ ایک حقیقی مومن باللہ کے ہاتھ سے بھی بعض اوقات دوسروں کو تکلیف پہنچ جاتی ہے لیکن وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک مہربان ڈاکٹر اپنے مریض کو ایک کڑوی دوا پینے پر مجبور کرتا ہے۔ اور بے شک ایک رُوحانی آدمی بھی بعض اوقات جنگ میں بعض لوگوں کے قتل کئے جانے کا موجب ہوجاتا ہے، لیکن اس کا یہ فعل ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک ہمدرد جراح کسی بیمار کی جان بچانے کے لئے اُس کا

کوئی عضو کاٹ کر الگ کر دیتا ہے۔ گو یا وہ ایک دردمند دل کے ساتھ زیادہ قیمتی چیز کے بچانے کے لئے کم قیمتی چیز کو قربان کر دیتا ہے۔

## خُدا کا عقیدہ بدی کے ارتکاب سے روکتا ہے

دوسرا بڑا فائدہ جو خدا پر ایمان لانے کے نتیجہ میں دنیا کو عمومی طور پر حاصل ہوسکتا ہے یہ ہے کہ خدا پر ایمان لانا انسان کو بدی کے ارتکاب سے روکتا ہے۔

دراصل گناہ اور جُرم سے باز رہنے کا خیال انسان کو امکاناً تین طرح پیدا ہوسکتا ہے۔ اوّل یہ کہ انسان کو یہ خیال ہو کہ اگر مَیں بدی سے باز رہا تو مجھے اس کے بدلے میں کوئی انعام حاصل ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اگر مَیں گناہ کا مرتکب ہؤا تو مجھے اس کے بدلے میں کوئی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اور تیسرے یہ کہ کسی شخص کا علم و عرفان ہی ایسا ترقی کر جائے کہ وہ بدی سے محض اس وجہ سے اجتناب کرے کہ وہ بدی ہے۔

اِن تینوں میں سے تیسری روک صرف خاص لوگوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور گو اس روک سے فائدہ اُٹھانے میں بھی ایک مومن باللہ ایک غیر مومن پر یقیناً فوقیت رکھتا ہے مگر باقی دو روکیں تو بالبداہت ایسی ہیں کہ خدا کا عقیدہ اُن میں بہت بڑا دخل رکھتا ہے کیونکہ جو کوئی بھی خدا پر ایمان لاتا ہے وہ اس بات پر بھی یقین رکھتا ہے کہ نیکی کرنے کی صورت میں خدا مجھ سے خوش ہوگا اور بدی کرنے پر ناراض ہوگا۔ پس جس شخص کا ایمان محض دکھاوے کا ایمان نہیں وہ یقیناً دوسروں کی نسبت گناہ سے زیادہ بچا ہؤا ہوگا بلکہ جتنا جتنا وہ اپنے ایمان میں زیادہ پختہ اور زیادہ کامل ہوگا اتنا ہی وہ گناہ اور جرائم سے زیادہ دُور اور زیادہ متنفر رہے گا۔

علاوہ ازیں خدا پر ایمان لانے والا خُدا کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب بھی یقین کرتا ہے۔ اور یقیناً یہ خیال کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے اُسے بدی کے ارتکاب سے باز رکھے گا۔ اور اگر کبھی کسی غفلت کی حالت میں ایسا شخص گناہ کا مرتکب بھی ہوگا تو فوراً اس کا ایمان اُسے نادم کر کے آئندہ کے لئے ہوشیار کر دے گا۔

یہ اعتراض کہ خدا پر ایمان لانے والے بھی تو بدی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ لوگ وہی ہوتے ہیں جو اپنے ایمان میں کمزور ہوتے ہیں یا جو صرف نام کا ایمان ورثہ میں پاتے ہیں اور اس ایمان کے اندر زندگی کی رُوح نہیں ہوتی۔ وِالّا حقیقی طور پر ایمان لانے والے لوگ یقیناً گناہوں سے بہت بچے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اگر کبھی وہ ٹھوکر کھاتے ہیں تو یہ ٹھوکر محض عارضی ہوتی ہے جس کے بعد وہ فوراً سنبھل کر ہوشیار ہو جاتے ہیں۔

## خُدا کا عقیدہ نیکی کی طرف رغبت پیدا کرتا ہے

تیسرا بڑا فائدہ جو ایمان باللہ سے دُنیا کو حاصل ہوسکتا ہے یہ ہے کہ خدا کا عقیدہ نیکی کی طرف رغبت پیدا کرتا ہے۔

## خُدا کا عقیدہ حقائق الاشیاء کی تحقیق میں مد ہے

چوتھا بڑا فائدہ جو ایمان باللہ سے دنیا کو حاصل ہوتا ہے یہ ہے کہ خدا کا عقیدہ حقائق الاشیاء کی تحقیق میں بہت مدد و معاون ہے۔ کیونکہ جو شخص اس دُنیا کو بغیر کسی خالق و مالک ہستی کے یقین کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ دُنیا محض کسی اتفاق کا نتیجہ اور ارتقاء کے اندھے قانون کے ماتحت اپنی موجودہ شکل و صورت کو پہنچی ہے وہ کبھی بھی حقائق الاشیاء اور قانونِ نیچر کی دریافت میں اس شوق اور اُمید کے ساتھ منہمک نہیں ہوسکتا جو اس معاملہ میں ایک مومن باللہ کو حاصل ہوسکتا ہے۔ مومن باللہ کا دل اس یقین سے پُر ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز میرے خدا نے ایک خاص غرض و غایت کے ماتحت پیدا کی ہے اس لئے کوئی چیز بھی عبث اور باطل نہیں بلکہ اپنی خلقت کی غرض و غایت کے ماتحت اپنے مفوّضہ کام کو سرانجام دے رہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ یقین حقائق الاشیاء کی تحقیق کے معاملہ میں انسان کے اندر ایک خاص ذوق و شوق اور اُمید و رجا کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے جو بغیر اس کے کبھی بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور یہ کیفیت دُنیا کی علمی ترقی کے لئے ایک عظیم الشان سہارے کا کام دیتی ہے۔

اگر کوئی معترض کہے کہ علمی محققین زیادہ تر مغرب میں پائے جاتے ہیں جہاں دہریت کے خیالات بلادِ مشرقی کی نسبت زیادہ رونما ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال سراسر دھوکہ ہے کیونکہ مغرب کے لوگ مذہباً دہریہ نہیں ہیں اور خواہ ان کا ایمان کیسا ہی کمزور سمجھا جائے وہ بہرحال خدا کے منکر نہیں سمجھے جاسکتے اور یہ بات ان کے مسلّمہ معتقدات میں داخل ہے کہ ہر چیز خدا کی پیدا کردہ ہے۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ چونکہ مغرب کے لوگ ظاہری علوم میں زیادہ ترقی یافتہ ہیں اس لئے اُن کے، انفرادی یا قومی، سارے خیالات دنیا کے سامنے آجاتے ہیں۔ لیکن مشرقی ممالک میں بوجہ تعلیم کی کمی کے لوگوں کے انفرادی خیالات دنیا کے سامنے بہت کم آتے ہیں۔ اور علم النفس کے مسئلہ کے ماتحت یہ بھی ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں مشرقی لوگ خود بھی اپنے خیالات کو اچھی طرح نہ سمجھتے ہوں کیونکہ تعلیم کی کمی کی وجہ سے ان لوگوں میں ذہنی محاسبہ کی عادت بہت کم ہے۔ نیز مغربی ممالک میں دہریت کے خیالات علمی ترقی کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ پس زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ علمی ترقی دہریت کا باعث ہوئی ہے نہ یہ کہ دہریت کے اثر نے علمی ترقی کی طرف میلان پیدا کیا ہے۔

لیکن علمی ترقی دہریت کا باعث نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اس کے نتیجہ میں لازماً ایک بیداری پیدا ہوتی ہے اور وہ جمود جو جہالت کا نتیجہ ہؤا کرتا ہے زندگی کی حرکت سے بدلنا شروع ہوجاتا ہے جس کے نتیجہ میں بعض لوگ جن کی ذہنی نشو و نما صحیح راستہ پر ترقی یافتہ نہیں ہوتی وہ گرد و پیش کے حالات سے متأثر ہو کر یا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر غلط رستہ پر چل پڑتے ہیں، اُن کے واسطے یہی علمی بیداری ٹھوکر کا موجب ہوجاتی ہے۔ مگر جہالت کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے لوگ، بوجہ اپنے جمود کے، ایک ہی جگہ ٹھہرے رہتے ہیں اس لئے ان کو غلط رستہ پر چلنے کا موقع ہی پیش ہی نہیں آتا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ ؎

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ شہسوار کی شہسواری اُسے گراتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ شہسوار کو ہی گرنے کا موقع پیش آسکتا ہے اسلئے وہ کبھی کبھی گر بھی جاتا ہے۔

اور یہ سوال کہ دہریوں میں بھی حقائق الاشیاء کی تحقیق کا شوق رکھنے والے پائے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس قسم کی علمی تحقیق کا شوق صرف خدا کے عقیدہ سے ہی پیدا ہوسکتا ہے اور دُنیا کی اَور کوئی چیز اس کا باعث نہیں ہوتی۔ ہمارا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ خدا کا عقیدہ حقائق الاشیاء کی تحقیق میں خاص طور پر ممد و معاون ہوتا ہے اور اگر دیگر حالات برابر ہوں تو ایک مومن باللہ یقیناً ایک کافر باللہ کی نسبت حقائق الاشیاء کی دریافت میں زیادہ طبعی جوش رکھنے والا، زیادہ شائق، زیادہ پُر اُمید اور زیادہ مستقل مزاج ثابت ہوگا۔

## خُدا کا عقیدہ اطمینانِ قلب پیدا کرتا ہے

پانچواں بڑا فائدہ جو خدا کے عقیدہ سے دُنیا کو حاصل ہوسکتا ہے یہ ہے کہ خُدا پر ایمان لانا انسان کے دل میں ایک گونہ اطمینان کی حالت پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ اطمینانِ قلب زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کے کام آتا ہے۔ جبکہ ایک دہریہ کا دل ہمیشہ بے اطمینانی اور بے چینی اور عدم یقین کے خیالات کا شکار رہتا ہے کہ ممکن ہے میری تحقیق غلط ہو اور میرے اوپر واقعی کوئی خالق و مالک موجود ہو۔

دراصل دہریت محض ایک منفی علم ہے اور اس کی بنیاد کسی اثباتی دلائل پر قائم نہیں یعنی عموماً ایک دہریہ یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں نے یقیناً معلوم کرلیا ہے کہ کوئی خُدا نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف اس حد تک رہتا ہے کہ میرے پاس خُدا کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور نیز اس کی فطرت بھی اپنی گہرائیوں میں دہریت کو قبول نہیں کرتی اس لئے اس کے دل میں اپنے عقیدہ کے متعلق یقین اور اطمینان کی حالت کبھی بھی پیدا نہیں ہوتی اور اس کی فطرت اور نورِ عقل اور گردوپیش کے حالات اس کے دل میں ایک بے چینی کی کیفیت پیدا رکھتے ہیں۔ اور یہ بے چینی اس کی زندگی کو مضطرب اور اس کے خیالات کو پریشان کر دیتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دُنیا کے کسی کام میں بھی یکسوئی اور اطمینان نہیں پاتا۔ اس کے مقابلہ میں خُدا کا عقیدہ چونکہ ایک زبردست اثباتی بنیاد پر قائم ہے اور فطرتِ انسانی بھی اس میں اطمینان پاتی ہے اس لئے ایک مومن باللہ کو نسبتاً زیادہ جمعیتِ خاطر اور یکسوئی حاصل رہتی ہے اور وہ اپنے ہر کام میں اپنی حالتِ مطمئنہ سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔

علاوہ ازیں ایک دہریہ کو یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ شاید کوئی خُدا ہو اور مَیں اس کا انکار کرکے یُونہی نقصان اُٹھاؤں اور یہ اندیشہ اس کے دل کو مضطرب رکھتا ہے۔ لیکن اگر بالفرض ایک مومن باللہ کو یہ خیال پیدا بھی ہو کہ شاید کوئی خدا نہ ہو تو پھر بھی اس کے اندر کوئی اضطراب پیدا نہیں ہوسکتا۔ الغرض ہر طرح خدا کا عقیدہ اطمینانِ قلب کا موجب ہوتا ہے اور خدا کا انکار بے چینی کا باعث۔ اسی لئے فرمایا: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرّعد:29) یعنی اے لوگو! خوب اچھی طرح سُن لو کہ دل کا اطمینان صرف خدا کے تصور اور اس کے ذکر سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔

اور چونکہ انسان کے ہر کام میں اطمینان قلب کی ضرورت ہے اس لئے ثابت ہؤا کہ خدا کا عقیدہ اس رنگ میں بھی دُنیا کی ترقی و بہبود میں بہت دخل رکھتا ہے۔

## خُدا کے عقیدہ سے اخلاق کا معیار قائم ہوتا ہے

چھٹا بڑا فائدہ جو خدا پر ایمان لانے کے نتیجہ میں دنیا کو حاصل ہوسکتا ہے یہ ہے کہ خُدا کا عقیدہ دُنیا میں اخلاق کا معیار قائم کرنے کا موجب ہے۔ علم الاخلاق (Ethics) کے جاننے والے اِس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اخلاق کا کوئی معیار قائم کرنا کس قدر مشکل کام ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس فن کے ماہرین نے بڑی بڑی بحثوں کے بعد جو تعریف نیکی کی کی ہے اور جو معیار اخلاق کا قائم کیا ہے اس میں اس قدر اختلاف ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اگر ہم ایمان باللہ کے دائرہ میں داخل ہو کر غور کریں تو بات بالکل صاف ہوجاتی ہے اور وہ یہ کہ انسان ایک بالاہستی کا پیدا کردہ ہے اور اس کے اخلاق کا معیار سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اپنے آپ کو اپنے خالق و مالک کی صفات کے رنگ میں رنگین کرے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ: تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ یعنی ''اے لوگو! تم اپنے اخلاق کو خدا کے اخلاق کے مطابق بناؤ۔''

اسی لئے اسلام یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی صفات کا ظلّ بنا کر پیدا کیا ہے اور جملہ صفات (سوائے ان صفات کے جو الوہیت کیلئے مخصوص ہیں) انسان کی فطرت کے اندر بطور تخم کے ودیعت کر دی ہیں۔ ان فطری تخموں کی صحیح آبپاشی اور ترقی کیلئے اس نے اپنے پاک بندوں کے ذریعہ وقتاً فوقتاً ایک ضابطۂ عمل نازل فرمایا ہے جسے شریعت کہتے ہیں اور یہی وہ معیار اخلاق ہے جو دُنیا کی حقیقی اصلاح اور ترقی کا موجب ہوسکتا ہے۔ پس اخلاق کا کوئی صحیح معیار اس طرح قائم کیا جاسکتا کہ انسان اپنے خالق و مالک کی صفات و اخلاق کے ساتھ اپنے آپ کو متصف کرے۔ جس کی عملی صورت یہ ہے کہ جو فطری جذبات انسان کے اندر پائے جاتے ہیں اور انہیں احکام شریعت کے مطابق صحیح طریق پر استعمال کر کے خدا کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرے۔ مثلاً محبت ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا صحیح استعمال یعنی ایسا استعمال جو خدا کے رنگ میں انسان کو رنگین کر دے ایک اعلیٰ خلق ہے، وفاداری ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا صحیح استعمال ایک اعلیٰ خلق ہے، رحم ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا صحیح استعمال ایک اعلیٰ خلق ہے، غضب ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا صحیح استعمال ایک اعلیٰ خلق ہے، غیرت ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا صحیح استعمال ایک اعلیٰ خلق ہے، اور اسی طرح اور بہت سے فطری جذبات ہیں جن کا صحیح استعمال ایک اعلیٰ خلق ہے۔ اور یہ سب جذبات فطرتِ انسانی کے اندر خالقِ فطرت کی طرف سے ودیعت کئے گئے ہیں اور جہاں تک انسان کا تعلق ہے یہ سب جذبات اپنی ذات میں نہ اچھے ہیں اور نہ بُرے بلکہ محض سادہ فطری جذبات ہیں اور صرف ان کا صحیح یا غلط استعمال ان کو اچھا یا بُرا خلق بناتا ہے اور اس صحیح اور غلط استعمال کا معیار یہ ہے کہ انسان کے ان فطری جذبات کا اظہار خدائی صفات کے رنگ میں ہو جس کے علم کا ذریعہ خدا کا فعل یعنی نیچر اور خدا کا قول یعنی شریعت ہے اور اس کے سوا علم الاخلاق کی پیچیدہ گتھیوں کا اَور کوئی حل نہیں۔ اور یہ عظیم الشان فائدہ ایمان باللہ سے ہی دُنیا کو حاصل ہوسکتا ہے۔ (باقی آئندہ)

---

**بقیہ از صفحہ 12: ذیابیطس**

چاہئے جس سے پیٹ کا موٹاپا کم ہوجائے تو یہ بہت ہی معاون چیز ہے کہ شوگر کی زیادتی سے بچا جاسکے۔

## ذیابیطس پر کنٹرول کریں

اگر ذیابیطس ہو جائے تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ بعض معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اس مرض پر کنٹرول حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے لازمی ہے کہ اپنے ڈاکٹر سے رابطہ رکھیں اور ان کی ہدایات پر عمل کریں۔ اس ملک میں ہر قسم کی سہولت میسر ہے جس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر کوئی دوائی تجویز کی جائے تو اسے بڑی باقاعدگی کے ساتھ استعمال کریں۔ اسی طرح معمولی سی قیمت پر جسم میں گلوکوز ٹیسٹ کرنے کا آلہ ہر بڑے سٹور سے دستیاب ہے جس سے جسم میں شوگر کی مقدار ٹیسٹ کر کے اس مرض پر کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ہر چھ ماہ کے بعد مختلف قسم کے بلڈ ٹیسٹ بھی باقاعدگی سے کروانے ضروری ہیں۔

# میرا عہد وقف

(مکرم ومحترم بشیر احمد رفیق خان صاحب 11 اکتوبر 2016ء کو وفات پاگئے۔ آپ نے قریباً چودہ سال برطانیہ میں امیر و مشنری انچارج کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ نیز مرکزی طور پر وکیل التصنیف اور ریویو آف ریلیجنز کے بورڈ آف ایڈیٹرز کے چیئر مین کے طور پر بھی لمبا عرصہ خدمت کی سعادت حاصل کی۔ کچھ عرصہ قبل آپ نے اپنے چند دلچسپ مضامین خاکسار کو عطا فرماتے ہوئے حسب ضرورت تبدیلی کے ساتھ ان کی اشاعت کی اجازت دی تھی۔ انہی میں سے ایک مضمون ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم خان صاحب مرحوم کے وقف اور اُن کی خدمات کو قبول فرمائے اور اُن کے درجات کو بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین۔ ..................مدیر)

محترم بشیر احمد رفیق خان صاحب رقمطراز ہیں:

میرے والد محترم 1937ء میں سردار محمد بختیار خان آف ڈوکی (بلوچستان) کی ملازمت میں تھے اور لہڑی میں مقیم تھے۔ ایک بار سردار صاحب نے میری موجودگی میں میرے والد صاحب سے فرمایا کہ وہ مجھے اپنا بیٹا بنانا چاہتے ہیں اور وہ مجھے اعلیٰ تعلیم کے لئے اپنے خرچ پر انگلستان بھجوائیں گے۔ اس پر والد صاحب نے اُن کا شکریہ ادا کر کے کہا کہ مَیں بشیر احمد کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر چکا ہوں اور اس کی راہ میں اس کو وقف کرنا چاہتا ہوں۔ اس طرح میں اسے اسماعیل اور خود ابراہیم بننا چاہتا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سودا کر لیا ہے اور اب اس سے میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اب بشیر احمد خدا کا ہے۔

سردار صاحب نے میرے والد محترم کی باتوں پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ اپنے بیٹے کو روشن مستقبل دینے کی بجائے کچھ اَور سوچ رہے ہیں۔

اس پر والد صاحب نے کہا کہ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ میں بشیر احمد کا روشن مستقبل اللہ کی راہ میں سپاہی بننے میں زیادہ دیکھ رہا ہوں۔ اللہ اس کو ضائع نہیں کرے گا اور ہماری قربانی کو قبول فرمائے گا۔

قادیان میں میری تعلیم کا سلسلہ 1945ء سے جولائی 1947ء تک جاری رہا۔ یہ میری زندگی کا سنہرا دور تھا۔ تعلیم کے علاوہ روحانی ماحول نے میری کایا پلٹ دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کبار صحابہ کی صحبتیں نصیب ہوئیں۔ ان کی دعاؤں سے وافر حصہ ملا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اکثر بعد از نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مجالس عرفان میں شرکت کی توفیق ملتی رہی۔ علمی فائدہ کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بابرکت صحبت سے مستفیض ہونے سے میرے دل کو ایک عجیب تقویت نصیب ہوتی تھی۔ غرضیکہ یہ مجالس کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْن کے قرآنی حکم کا مجھے قیمتی موقع فراہم کرتی تھیں۔

اُس زمانہ کا یہ واقعہ میرے لئے بہت اہم تھا کہ حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ امام مسجد لندن 10 سال انگلستان میں کامیاب خدمت کرنے کے بعد جب واپس تشریف لائے تو اس دن قادیان میں عام تعطیل کر دی گئی۔ ریلوے اسٹیشن پر سینکڑوں لوگ جمع ہو گئے۔ گاڑی اسٹیشن کے احاطہ میں داخل ہوئی تو سارا ماحول نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اُٹھا۔ گاڑی رُکی تو حضرت مولانا شمس صاحب اور منیر الحصنی صاحب (جو شام کے اوّلین احمدیوں میں سے تھے) گاڑی سے اتر کر سیدھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف آئے۔ حضورؓ نے حضرت مولوی صاحبؓ کو شرف معانقہ بخشا اور کافی دیر تک انہیں گلے سے لگائے رکھا۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ مجھے اس نظارہ نے بیحد متاثر کیا اور میں نے سوچا کہ یقیناً اس شخص نے کوئی خاص کارنامہ سرانجام دیا ہے جو خلیفۂ وقت نے اتنے پیار اور محبت کے ساتھ اتنے لمبے وقت تک انہیں گلے سے لگا رکھا ہے۔ میرے دل میں ایک تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی کوئی ایسا کام کرسکوں کہ مجھے بھی خلیفہ وقت کا یوں قرب نصیب ہو۔ بس اس دن سے میرے دل میں وقف زندگی کا بیج بویا گیا۔ فالحمدللہ۔

اُنہی دنوں ایک خطبہ جمعہ کے دوران حضرت مصلح موعودؓ نے نوجوانانِ احمدیت کو زندگی وقف کرنے کی تحریک کی۔ آپؓ کی طرف سے یہ تحریک اس مؤثر انداز میں کی گئی کہ نماز جمعہ ختم ہوتے ہی کئی نوجوانوں نے اپنے نام وقف زندگی میں لکھوا دیئے۔ اُن خوش نصیب نوجوانوں میں ایک مَیں بھی تھا۔ کچھ دنوں کے بعد مجھے حضورؓ کی طرف وقف کی منظوری کی اطلاع اور استقامت کی دعا ملی۔ تب مَیں نے حضرت والد صاحب کو ایک خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ میں نے اُن کی اجازت کے بغیر اپنی زندگی راہِ مولیٰ میں وقف کر دی ہے۔ حضرت والد صاحب کا ایک بہت ہی جذباتی خط میرے خط کے جواب میں آیا۔ آپ نے اس خط میں تحریر فرمایا کہ میں نے تو تمہاری پیدائش کے دن سے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ میں اپنے اس بیٹے کو تیری راہ میں قربان کروں گا۔ چنانچہ میں اس تمام عرصہ میں تمہارے لئے یہ دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہی تمہارے دل میں وقف کی تحریک کرے۔ میں نے خود تمہیں وقف کیلئے اس لئے نہیں کہا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم یہ سمجھو کہ میں نے تمہیں وقف کیلئے مجبور کیا۔ میں چاہتا تھا اور اس کے لئے دعائیں کرتا تھا کہ تم خود برضا و رغبت اور دلی انشراح کے ساتھ نظامِ وقف میں داخل ہو جاؤ۔ آج خدا نے میری خواہش پوری کر دی ہے جس کیلئے میں جتنا خدا کا شکر ادا کروں، کم ہے۔

جب مَیں اپنے گاؤں گیا تو اپنی والدہ صاحبہ مرحومہ سے اپنے وقف کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا، بیٹا! میں اَن پڑھ عورت ہوں۔ وقف زندگی کیا ہوتا ہے اور اس کے کیا تقاضے ہیں، ان سے میں واقف نہیں ہوں لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اگر تم نے اللہ کی رضا کے حصول کیلئے یہ کام کیا ہے تو اللہ اس میں ضرور برکت ڈالے گا اور وہ تمہیں ضائع نہیں کرے گا۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

میرے گاؤں میں میرے والد صاحب کے سوا اور کوئی بھی احمدی نہ تھا۔ سب رشتہ دار دنیا دار لوگ تھے۔ سارا دن جُوابازی اور گپ شپ میں وقت گزارنا ان

کامعمول تھا۔انہوں نے میرا مذاق اُڑانا شروع کردیا اور طنزاً کہنے لگے کہ بشیر احمد باوجود ایک زمیندار خاندان سے ہونے کے مُلّا بن رہا ہے۔اُن کے یہ طعنے میرے لئے بڑے دکھ کا باعث بنتے تھے۔والد صاحب میری حوصلہ افزائی فرماتے اور زندگی وقف کرنے کی برکات پر روشنی ڈالتے اور فرماتے کہ ان جاہلوں کی بات پر کان نہ دھرو۔یہ دَور میرے لئے بڑی آزمائش کا تھا۔یہ اللہ کی شان ہے کہ نصف صدی بعد اُن میں سے چند نے میرے سامنے رشک اور حسرت سے کہا کہ کاش اگر ہم بھی احمدی ہوجاتے تو ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کے افضال کا نزول ہوتا۔

تاہم میرے ان رشتہ داروں میں سے بعض ایسے بھی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے فہم وفراست سے نوازا تھا۔میرے چچا محمد یٰسین جان صاحب جو کامیاب وکیل اور معروف سیاسی لیڈر تھے اور صوبہ سرحد میں پارٹیشن سے قبل وزیر بھی رہے تھے۔ایک دن وہ گاؤں میں تشریف لائے اور بڑی محبت سے مجھ سے میری زندگی وقف کرنے کے بارے میں دریافت کیا۔میں نے انہیں وقف زندگی کے نظام سے آگاہ کیا۔میری باتیں غور سے سننے کے بعد فرمانے لگے:بشیر احمد!تم نے ایک اعلیٰ مقصد کیلئے زندگی وقف کی ہے۔خدا تعالیٰ تمہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔اب قدم اس کوچہ میں رکھا ہے تو کبھی بھی اس سے پیچھے نہیں ہٹنا۔گاؤں کے لوگوں کی ہرگز پرواہ نہ کرو۔وہ ان باتوں کو نہیں سمجھتے۔مصائب اور مشکلات ضرور آئیں گی لیکن ان کا مقابلہ پٹھانوں کی روایات کے مطابق ڈٹ کر کرنا۔خدا تمہارا ساتھ دے گا۔

میٹرک کرکے مَیں نے اپنے والد صاحب کے کہنے پر کالج میں داخلہ لینا چاہا تو اُنہی دنوں اچانک مجھے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا ایک خط ملا جس میں لکھا تھا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ قادیان میں ایک پٹھان طالب علم نے زندگی وقف کی تھی لیکن حضورؓ اس کا نام نہیں جانتے اور قادیان کا ریکارڈ بھی یہاں موجود نہیں اس لئے قادیان میں 1945ء میں پڑھنے والے طلباء سے ہم دریافت کررہے ہیں کہ جس لڑکے نے وقف کیا تھا وہ کون ہے اور کہاں ہے؟مَیں نے جواباً لکھا کہ وہ مَیں ہی ہوں۔اُن کا خط آیا کہ حضور نے مجھے فوراً ربوہ طلب فرمایا ہے۔چنانچہ مَیں حکم کی تعمیل میں فوراً ربوہ روانہ ہوگیا اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔حضورؓ نے فرمایا کہ تم تعلیم الاسلام کالج (لاہور) میں داخلہ لے لو اور وہاں سے بی اے کی ڈگری حاصل کرو۔اس طرح وقف زندگی کے میدان میں مَیں نے عملی قدم رکھا۔

وقف زندگی کی راہ میں حضرت مولانا شمس صاحبؓ کی ایک نصیحت میرے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوئی۔جنوری 1959ء میں جب مَیں انگلستان کے لئے روانہ ہوا تو ایک دن حضرت مولانا صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے کچھ نصائح کرنے کی درخواست کی۔آپ نے متعدد نصائح کیں جن میں سے یہ ایک نہایت اہم تھی کہ آپ نے فرمایا کہ جب میں ملک شام میں مبلغ تھا تو میرے ذریعہ ایک متمول گھرانے کے فرد جناب منیر الحصنی صاحب نے احمدیت قبول کرلی اور دن بدن خدمت دین کے جذبے اور جوش میں ترقی کرنے لگے۔وہ روزانہ عصر کے بعد مشن ہاؤس آجاتے اور بڑے شوق سے میرے لئے کھانا بناتے اور اس کے لئے اصرار کرتے تھے۔شام کو ہم دونوں اکٹھے کھانا کھاتے۔ایک دن جب ہم کھانے پر بیٹھے تو میں نے کہا:آج سالن میں نمک زیادہ ہے۔منیر الحصنی صاحب کچھ دیر خاموش رہے پھر کہا:مولانا صاحب!آپ تو جانتے ہیں کہ میرے گھر پر خدمت کیلئے کئی ملازم موجود ہیں،حتیٰ کہ جب میں شام کو گھر جاتا ہوں تو بوٹ کے تسمے بھی نوکر آکر کھولتا ہے۔میں نے اپنے گھر میں کبھی ایک پیالی چائے بھی خود نہیں بنائی۔میں یہاں آکر آپ کیلئے جو کھانا بناتا ہوں وہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے کرتا ہوں ورنہ کہاں مَیں اور کہاں سالن کی تیاری۔اسلئے اگر مجھ سے مصالحہ کم یا زیادہ ڈالنے میں کوئی کوتاہی ہوجایا کرے تو مجھے معاف کردیا کریں۔

یہ واقعہ سنا کر حضرت مولوی صاحبؓ فرمانے لگے کہ اس واقعہ سے مَیں نے یہ سبق سیکھا کہ ہماری خدمت جو احباب بہت خوشی سے کرتے ہیں وہ ہماری ذات کی وجہ سے ہرگز نہیں کرتے بلکہ اللہ کی خوشنودی اور سلسلہ احمدیہ کی محبت میں کرتے ہیں۔اس لئے ہمیں ہمیشہ یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ جتنی بھی کوئی ہماری خدمت کرتا ہے یہ اس کا ہم پر احسان ہے اور اگر ان سے کوئی کوتاہی ہوجائے تو ہمارا کوئی حق نہیں کہ ان سے باز پرس کریں یا انہیں ٹوکیں۔پھر مجھے مخاطب کرکے فرمایا:تم انگلستان جاؤ گے تو تم دیکھو گے کہ تم سے بڑی عمر اور رُتبہ کے لوگ بھی تمہاری خدمت دل وجان سے کریں گے۔اس پر مغرور نہ ہوجانا کہ دراصل وہ سلسلہ احمدیہ کی عزت کی خاطر اور خدا کی رضا کے حصول کی خاطر تمہاری خدمت کرتے ہیں نہ کہ تمہارا حق سمجھ کر۔ان پر تمہاری خدمت ہرگز فرض نہیں ہے۔

حضرت مولانا کی اس نصیحت سے مَیں نے اپنی زندگی میں بہت فائدہ اٹھایا۔اللہ تعالیٰ کرے کہ میرا یہ وقف اُس کے ہاں بھی منظور ہوجائے اور مجھے اُس کی رضا نصیب ہوجائے جس کے حصول کی خاطر میں نے زندگی وقف کی ہے۔آمین

## حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحبؓ

حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحبؓ آف بمبئی 1873ء میں پیدا ہوئے۔آپ فرماتے ہیں کہ مَیں 1893ء میں پنجاب کے اردو اخبارات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مضامین دیکھ کر اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ صاحبِ مدعی مہدویت ومسیحیت کون ہیں؟ان کی تعلیم کیا ہے؟ان کا دعویٰ کیا ہے کہ سچ مچ وہ مہدی آخرالزمان اور مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یا اخبارات محض دشمنی سے ایسے مضامین لکھ رہے ہیں۔پہلے مَیں نے زبانی طور سے اپنے حلقہ احباب میں تحقیق اور تفتیش شروع کی۔مگر پھر خیال کیا کہ زبانی باتوں سے تسلی نہیں ہوگی۔بہتر ہے کہ ان کی تصنیفات خود دیکھوں۔اس لئے ’’براہین احمدیہ‘‘ سے لے کر ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ تک کی تمام تصنیفات بذریعہ وی۔پی منگوا کر پڑھیں۔لیکن ان کتابوں کے پڑھنے میں سستی اور غفلت کی وجہ سے ڈیڑھ دوسال کا عرصہ گزر گیا۔آخر دل نے گواہی دی کہ یہ شخص سچا ہے۔

اس کے بعد حضرت سیٹھ صاحبؓ نے جولائی،اگست 1896ء میں تحریری بیعت کرلی۔1898ء میں پہلی بار قادیان آئے اور شرف زیارت حاصل کیا۔

آپؓ کی وفات 7 دسمبر 1957ء کو ہوئی۔

حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحبؓ کی پاکیزہ زندگی ہمیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتی ہے۔

# ذیابیطس

(ڈاکٹر شمیم احمد)

ذیابیطس ایک ایسا مرض ہے جس سے ساری دنیا میں لوگ بخوبی واقف ہیں اور جو ایک دفعہ لاحق ہو جائے تو ساری عمر ساتھ رہتا ہے۔ اس وقت انگلستان میں تقریباً 3.5 ملین لوگوں کو اس مرض میں مبتلاء ہونے کی تشخیص ہو چکی ہے اور اندازہ ہے کہ تقریباً 549,000 اس مرض میں مبتلاء ہیں مگر انہیں پتہ نہیں یا ابھی تک اُن میں علامات ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے تشخیص نہیں ہو سکی۔ یہ ایک ایسا مرض ہے کہ بعض دفعہ لاحق ہو چکا ہوتا ہے مگر اس کی علامات بہت آہستہ آہستہ ظاہر ہوتی ہیں۔

گزشتہ دس سالوں میں یہ مرض شدت اختیار کرتا جا رہا ہے اس مرض اور اس کی بعض پیچیدگیوں کی وجہ سے محکمہ صحت پر بوجھ بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ مرض تقریباً ہر نسل اور قومیت کے لوگوں کو لاحق ہو سکتا ہے۔

## ذیابیطس کی تاریخ

تاریخی لحاظ سے اس مرض کا پہلی دفعہ ذکر 1550 قبل مسیح میں مصریوں میں پایا جاتا ہے۔ مصر سے ایک دستاویز میں ایک ایسی بیماری کا ذکر ملتا ہے جس میں مبتلاء مریض کا وزن بہت جلد کم ہو جاتا ہے اور اسے کثرت سے پیشاب کرنا پڑتا ہے۔ میڈیکل تاریخ میں یہ پہلی دفعہ ذیابیطس کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

ذیابیطس کا نام پہلی دفعہ ایک یونانی فزیشن Aretaeus(30-90) نے تجویز کیا تھا۔ اس نے ایک ایسی بیماری کا مشاہدہ کیا جس میں مریض کو پیاس بہت لگتی ہے اور وزن کم ہونے کے ساتھ بار بار پیشاب آتا ہے۔ یونانی زبان میں ذیابیطس کثرتِ پیشاب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اس کے بعد اس بیماری کا ذکر Galen (131-201CE) جو کہ رومن ایمپائر میں ایک مشہور فزیشن تھا کی کتب میں ملتا ہے جس کا خیال تھا کہ یہ گردوں کا مرض ہے۔ اُس کے بعد کی تاریخ میں اس بیماری کا ذکر نہیں پایا جاتا جس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اُس وقت یہ اتنا عام مرض نہیں تھا یا جس کے بارہ میں زیادہ علم نہ ہونے کی وجہ سے اسے سمجھا نہیں جا سکا تھا۔

اس مرض کا پہلی دفعہ وضاحت کے ذکر ایک مشہور مسلم فزیشن ابنِ سینا (980-1037) کی کتب میں ملتا ہے۔ ابنِ سینا نے تفصیل کے ساتھ اس بیماری اور اس کی پیچیدگیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

اُس دور میں اس مرض کی تشخیص کے لئے پیشاب کے رنگ، بُو اور اس کی تلچھٹ کا معائنہ کیا جاتا تھا اور بعض فزیشن پیشاب کو چکھ بھی لیا کرتے تھے کیونکہ اس مرض میں پیشاب کا ذائقہ میٹھا ہوتا ہے جس کی بنا پر اس مرض کا پورا نام Daiabetes Melliitus رکھا گیا جس کا مطلب ہے میٹھا پیشاب۔

## ذیابیطس کیا ہے؟

ذیابیطس ایک عام مرض ہے جس میں ہمارے خون کے اندر گلوکوز یا شوگر کی مقدار بہت بڑھ جاتی ہے اور ہمارا جسم اس کو اچھی طرح استعمال نہیں کر سکتا جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہمارے جسم میں ایک غدود لبلبہ یا Pancreas پوری مقدار میں انسولین پیدا نہیں کر پاتا یا اگر پیدا کرتا ہے تو اُس کی مقدار کم ہوتی ہے یا اس کے خلاف ہمارے جسم میں مزاحمت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسولین احسن طور پر شوگر کو کنٹرول نہیں کر پاتی۔

انسولین ایک ہارمون ہے جو کہ لبلبہ میں پیدا ہوتا ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ ہمارے جسم میں جو شوگر یا گلوکوز ہوتی ہے اسے ہمارے خلیات میں داخل کرے اور خلیات اس سے ہمارے لئے انرجی پیدا کریں تا کہ ہم روزمرّہ کی زندگی کے کام کر سکیں اور یہ امر ہماری حیات اور بقاء کے لئے بے حد اہم ہے۔ گلوکوز ہماری غذا میں نشاستہ دار اشیاء یا کاربوہائڈریٹس سے تیار ہوتا ہے۔ جنہیں ذیابیطس کا مرض لاحق ہوتا ہے وہ شوگر یا گلوکوز کو صحیح طور پر استعمال نہیں کر سکتے اور بجائے انرجی حاصل کرنے کے وہ خون میں جمع ہو کر زیادتی کا باعث بن جاتی ہے۔ جب خون میں گلوکوز کی مقدار ایک حد سے بڑھ جائے تو اس کی وجہ سے ذیابیطس کی مختلف علامات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

ذیابیطس کی دو اقسام ہیں۔ پہلی قسم آغازِ جوانی میں ظاہر ہو جاتی ہے اور اسے ٹائپ 1 کا نام دیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے ایسے مریضوں میں انسولین کی مقدار نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے جس کہ وجہ سے اس کی علامت جلد ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ذیابیطس کی دوسری قسم جسے ٹائپ 2 کا نام دیا گیا ہے عمومی طور پر 40 سال کی عمر کے بعد شروع ہوتی ہے۔ ساؤتھ ایسٹ کے ممالک (انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش اور دیگر) کے رہنے والے اس سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں جس کی وجہ غذا میں نشاستہ دار چیزوں کا زیادہ استعمال اور ان کے جینیاتی مواد سے بھی اس کا تعلق ہے۔ 80-90% لوگوں کو ٹائپ 1 کی ذیابیطس ہوتی ہے۔

## ذیابیطس کی علامات

ذیابیطس کے مرض میں عام طور پر مندرجہ ذیل علامات پائی جاتی ہیں:
(1) بار بار پیشاب کا آنا خاص طور پر رات کے وقت، (2) بہت زیادہ پیاس کا لگنا، (3) غیر معمولی تھکاوٹ کا احساس ہونا، (4) بغیر کسی کوشش کے وزن میں کمی ہونا، (5) معمولی زخموں کے بھرنے میں تاخیر ہونا، (6) نظر کی کمزوری کا ظاہر ہونا، (7) اعضائے تناسل کے آس پاس انفیکشن کا ہو جانا۔

ذیابیطس کی پہلی قسم میں یہ علامات بہت جلد ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں مگر دوسری قسم میں بعض دفعہ دیر سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر کسی میں مندرجہ بالا علامات ظاہر ہوں تو اسے فوری طور پر اپنے فیملی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ علامات ذیابیطس کی نشاندہی کر رہی ہوں مگر ایک بات لازمی ہے کہ اگر اس مرض کی تشخیص جلد ہو جائے اور جلد علاج شروع کر دیا جائے تو یہ صحت کے لئے بہت اچھا ہوگا اور اس مرض کی پیچیدگیوں سے بھی بہت حد تک بچاؤ ہو سکتا ہے۔

## ذیابیطس کی پیچیدگیاں

اگر ذیابیطس میں بعض باتوں کا خیال نہ رکھا جائے اور صحیح طور پر علاج نہ کیا

جائے تو بہت سی پیچیدگیاں ہونے کا احتمال ہوجاتا ہے کیونکہ خون میں شوگر کی زیادتی سے خون کی باریک نالیاں، اعصاب اور دیگر اعضاء بُری طرح متاثر ہو سکتے ہیں۔ بعض دفعہ معمولی سی شوگر کی زیادتی سے کافی پیچیدگیاں جنم لے لیتی ہیں۔

**دل کی بیماری اور فالج کا حملہ:** جن لوگوں کو ذیابیطس کا مرض لاحق ہوجاتا ہے ان میں دل کی بیماری اور فالج کا پانچ گنا زیادہ احتمال بڑھ جاتا ہے۔ مسلسل لمبے عرصہ تک خون میں شوگر کی زیادتی دل اور دماغ کی خون کی باریک نالیوں کو تنگ کردیتی ہے اوران کے اندر چکنائی جم کرانہیں بلاک کردیتی ہے۔ اگر دل کی نالیاں تنگ ہو جائیں تو انجائنا Angina یا ہارٹ اٹیک کا خطرہ ہوتا ہے اسی طرح اگر دماغ کی نالیاں تنگ ہوجائیں تو فالج ہونے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔

**اعصابی پیچیدگی:** شوگر کی زیادتی باریک اعصاب کی خون کی نالیوں میں تنگی پیدا کردیتی ہے جس سے ٹانگوں یا بازووں میں سنسناہٹ یا درد پیدا ہوجاتا ہے۔ اس سے بعض دفعہ پاؤں میں زخم ہوجاتے ہیں جن کا علاج کافی مشکل ہوجاتا ہے۔ اگر معدہ کے اعصاب متاثر ہوجائیں تو اس سے معدہ کی تکلیف یعنی متلی، الٹیاں یا اسہال شروع ہوسکتے ہیں۔

**آنکھوں کی پیچیدگی:** خون میں شوگر کی زیادتی کی وجہ سے آنکھ کا وہ پردہ جس پر دیکھنے کیلئے عکس پڑتا ہے متأثر ہوسکتا ہے جسے daiabetic retinopathy کہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے آنکھ کے اندر روشنائی پوری طرح داخل نہیں ہوسکتی اور نظر کی کمی یا لمبے عرصہ کے بعد اندھاپن بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر شوگر پر اچھی طرح کنٹرول کیا جاسکے تو اس پیچیدگی کا احتمال کم ہوجاتا ہے۔ ذیابیطس کے مریضوں کا عام طور پر ہر سال آنکھوں کا معائنہ کروایا جاتا ہے جو کہ بہت ضروری ہے۔

**گردوں کی بیماری:** اگر گردوں میں خون کی باریک نالیاں متاثر ہوجائیں تو اس سے بلڈ پریشر بلند ہونے کا خطرہ ہوتا ہے جس کا علاج کرنا بہت ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس سے نہ صرف گردے متاثر ہوتے ہیں بلکہ دل کی بیماری اور فالج کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ اگر گردے بہت خراب ہوجائیں تو اُن کے فیل ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے جس کا علاج بہت پیچیدہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ dailysis یا گردوں کی صفائی کروانی پڑتی ہے۔

**پاؤں کی تکلیف:** ٹانگوں اور پاؤں میں دورانِ خون کی کمی کی وجہ سے زخم پیدا ہو جاتے ہیں اوراگر ان میں انفیکشن ہوجائے تو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض مریضوں میں خون کی نالیوں کے بند ہونے کی وجہ سے ان کی ٹانگیں بیکار ہوجاتی ہیں۔ اسلئے لازمی ہے کہ اس مرض میں ٹانگوں اور پاؤں کی خاص خیال رکھا جائے۔

**جنسی پیچیدگی:** ذیابیطس کے مریض خاص طور پر جو سگریٹ بھی پیتے ہیں اُن میں جنسی پیچیدگیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اس طرح عورتوں میں یہ پیچیدگی ظاہر ہوسکتی ہے۔

## ذیابیطس سے بچاؤ کا طریق

ذیابیطس کی پہلی ٹائپ سے بچاؤ ممکن نہیں لیکن دوسری ٹائپ سے کسی حد تک بچاؤ ممکن ہے اگر ہم اپنی روزمرّہ کی زندگی میں کچھ تبدیلیاں کرسکیں۔ پہلی ٹائپ میں جسم کا مدافعتی نظام انسولین پیدا کرنے والے خلیات کو برباد کردیتا ہے جس کی پوری وجوہات ابھی تک معلوم نہیں ہوسکیں۔ ذیابیطس کی دوسری قسم میں کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں جن میں عمر، نسلی تعلق، فیملی ہسٹری اور نامناسب قسم کی خوراک کا استعمال کرنا ہے۔ اگر ان میں سے بعض عوامل کو دور کیا جاسکے تو پھر اس بیماری سے کسی حد تک بچا جاسکتا ہے۔

## ذیابیطس کے مرض میں بعض بے حد ضروری احتیاطیں

کسی کو ذیابیطس لاحق ہوچکی ہو یا نہ ہوتو بھی مندرجہ ذیل احتیاطیں صحت کے لئے بہت لازمی ہیں۔ اچھی بات یہ ہے کہ ان پر عمل کرنا بہت مشکل نہیں صرف تھوڑی سی قوّتِ ارادی کی ضرورت ہوتی ہے۔

## کھانے میں باقاعدگی اور احتیاط

اس مرض میں کھانا باقاعدگی سے کھانا چاہئے۔ یہ نہیں کہ ایک دفعہ زیادہ کھالیا اور دوسری دفعہ کم بلکہ ہر کھانے کے چند گھنٹوں کے بعد کچھ نہ کچھ کھانا چاہئے۔ ناشتہ لازمی طور پر کرنا چاہئے۔ کھانے میں لازمی ہے کہ ایک وقت میں زیادہ نہ کھایا جائے بلکہ مجموعی طور پر کم خوراک لی جائے اور ایک ہی وقت میں دوسری دفعہ پلیٹ کو نہ بھرا جائے اور قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کیا جائے کہ کھاؤ، پیو مگر اسراف سے کام نہ لیا جائے۔ کُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَتُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔

اپنی خوراک میں سبزیوں اور سلاد کا زیادہ سے زیادہ استعمال بہت ضروری ہے۔ اسی طرح چکنائی والی غذاؤں سے بھی پرہیز بہت ضروری ہے۔ گھی، مکھن، کیک اور پیسٹریاں مضرِ صحت ہیں۔

اسی طرح دن میں کم ازکم پانچ پھلوں اور سبزیوں کو اپنی غذا میں شامل کریں کیونکہ ان میں وٹامن اور بعض ضروری معدنیات شامل ہوتی ہیں جو ہماری صحت کیلئے بہت ضروری ہیں۔ بعض پھل مثلاً کیلا، انگور اور آم زیادہ مقدار میں ٹھیک نہیں مگر ناشپاتی، سیب اور کم نشاستہ والے پھل مضر نہیں۔ دالوں اور مختلف قسم کی پھلیوں (Beans) کا استعمال بیحد مفید ہے اوران سے گلوکوز نہیں بنتا بلکہ ان کے ریشے گلوکوز کو کم کرنے میں مدد ہوتے ہیں اور اس سے کولیسٹرول کو کم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

اسی طرح کھانے میں نمک کی مقدار کم کرنے سے ہائی بلڈ پریشر سے بھی بچا جاسکتا ہے۔ پانی کا زیادہ استعمال بے حد ضروری ہے خواہ پانی ہو یا چائے یا کافی، دن میں کم ازکم دس بارہ گلاس پانی بہت مفید ہے جس کی وجہ سے فالتو شوگر پیشاب کے ساتھ باہر نکل جاتی ہے۔

## ورزش

اس مرض میں ورزش کرنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اس سے انسولین کے خلاف مزاحمت کم ہوجاتی ہے اور گلوکوز خلیات میں داخل ہوکر اپنا درست کام کرسکتا ہے جس سے خون میں گلوکوز کی زیادتی کم ہوجاتی ہے۔ اس سے بلڈ پریشر میں بھی کمی آجاتی ہے اور افسردگی کو دور کرنے میں بھی معاون ہوتی ہے۔ ہفتہ میں کم ازکم تین بار تیز رفتار سے چلنا بہت مفید ہے اور دوسری قسم کی ورزشیں بھی کی جاسکتی ہیں لیکن اس کا آغاز آہستہ آہستہ مگر باقاعدگی سے کرنا چاہئے۔

پیٹ کے اندر کی چربی یا پیٹ کا موٹاپن یا بڑی توند ہونے کی وجہ سے اس مرض کے لاحق ہونے کا اندیشہ بہت بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ زیادہ کھانا اور ورزش نہ کرنا ہے۔ تیز رفتاری سے چلنے سے یا ایسی ورزش کرنے کی کوشش کرنی

باقی صفحہ 8 پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے بڑے فرزند ارجمند کی سیرۃ و سوانح کے دلکش نقوش

# حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب

(میر انجم پرویز اور فرخ سلطان محمود)

〈تیسری اور آخری قسط〉

## حضرت صاحبزادہ صاحب کا ادبی مقام

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا انتقال ادب اردو کے لئے بہت بڑا نقصان تھا جو ادبی حلقوں میں بہت محسوس کیا گیا۔

رسالہ "ادبی دنیا" کے ایڈیٹر، شمس العلماء احسان اللہ خاں تاجور نجیب آبادی، نے اپنے رسالہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی تصویر دے کر لکھا کہ:

"دنیائے ادب اس ماہ اردو کے نامور، بلند نظر اور فاضل ادیب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب سے بھی محروم ہوگئی۔ آپ نہایت قابل انشاء پرداز تھے۔ اردو کا کوئی حصہ ان کی رشحاتِ قلم سے محروم نہ رہا ہوگا۔...... اردو زبان کے بہت سے مضمون نگاروں نے ان کی طرز انشاء کو سامنے رکھ کر لکھنا سیکھا۔ افسوس کہ ایسا ہمہ گیر و ہمہ رس انشاء پرداز موت کے ہاتھوں نے ہم سے چھین لیا۔...... اردو میں بیش قیمت لٹریچر آپ نے اپنی یادگار کے طور پر چھوڑا ہے۔ علم اخلاق پر آپ کی کتابیں اردو زبان کی قابل قدر تصانیف میں سے ہیں"۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے ترجمان "حمایت اسلام" نے اپنی 9 جولائی 1931ء کی اشاعت میں لکھا: "خان بہادر صاحب مرحوم نے علم و ادب پر جو احسانات کئے ہیں وہ کبھی آسانی سے فراموش نہیں کئے جا سکتے۔ ان کے شغفِ علمی کا اس امر سے پتہ چل سکتا ہے کہ وہ ملازمت کی انتہائی مصروفیتوں کے باوجود گراں بہا مضامین کے سلسلے میں پیہم جگر کاری کرتے رہے۔"

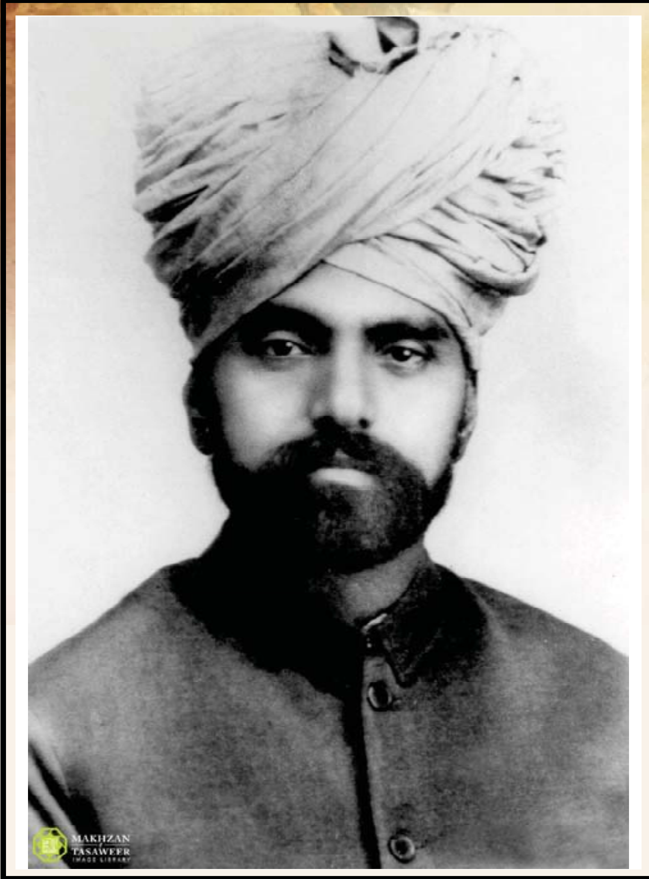
حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بارہ میں یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ وہ فطرتاً ادیب اور قلمکار تھے اور عادتاً لکھتے تھے۔ صناعِ کامل نے لکھنے کی خاص صلاحیت آپ کو ودیعت کی ہوئی تھی۔ حکیم انشاء اللہ خان انشاء کا یہ شعر آپ کی تلاطم خیز طبیعت پر خوب صادق آتا ہے۔

بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو مَیں باندھوں
بادل سے چلے آتے ہیں مضمون مرے آگے

محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کا قلم اس قدر رواں تھا کہ دو مقدموں کے دوران جو تھوڑا سا وقت ملتا تھا اس میں مضمون لکھ لیتے تھے اور خاص طور پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ مضمون لکھنے کے لئے سرکاری قلم استعمال نہیں فرماتے تھے بلکہ ذاتی قلم دوات رکھی ہوئی تھی۔ دفتر کا قلم صرف دفتری امور کے لئے مختص تھا۔

☆ محمد عالم صاحب ایڈیٹر "العالم" لکھتے ہیں:

"العالم کے عنوان کی تحت میں جو مضمون آپ کے پیش نظر ہے، یہ ہمارے محترم کرمفرما جناب مرزا سلطان احمد خاں صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کا نتیجہ فکر



حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب

ہے جو ایک کہنہ مشق اور شہرۂ آفاق شہر نگار ہیں۔ آپ کی وسعت نظر اور تحقیق ادبیات مسلم ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے ان کا مندرجہ ذیل محققانہ مضمون کافی ہے۔ ہندوستان کا کوئی ایسا رسالہ نہیں جس کو آپ کی قلمی اعانت کا فخر حاصل نہ ہو...... آپ کے فلسفیانہ مضامین کی شہرت، عالمانہ قابلیت اور قوت استدلال جس قدر مسلم ہے وہ کسی تشریح مزید کی محتاج نہیں۔ فنِ زراعت سے آپ کو خاص دلچسپی ہے جس میں آپ نے کئی ایک کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ کارکنان تعلیم کے لئے آپ کا یہ وصف قابل تقلید ہے کہ باوجود سرکاری فرائض کی بوجہ احسن ادائیگی کے، آپ کئی ایک اخبار و رسائل میں متواتر اور مسلسل بیش قیمت علمی مضامین لکھتے اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ مزید برآں رکھتے ہیں۔ مدینہ کانفرنس، فنون لطیفہ وغیرہ آپ کی عالی قدر علمی یادگاریں اردو لٹریچر میں بیش قرار اضافہ کر رہی ہیں"۔

☆ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے پیدا کردہ شاندار لٹریچر سے تاریخ

ادب میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ چنانچہ جناب ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن (M.A., M.O.L., Ph.D.) اپنی کتاب ''معاصرین اقبال'' (مطبوعہ 1993ء) میں لکھتے ہیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد خواجہ حسن نظامی، مفتی کفایت اللہ، اکبرالہ آبادی ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اس سلسلہ میں مزید تحریر کرتے ہیں کہ: ''مرزا سلطان احمد کو مسلمانوں کے رفاہی کاموں سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ اقبال سے ان کی پہلی ملاقات انجمن ہی کے جلسوں میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد علامہ اقبال اور ان میں دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ 1916ء میں انجمن کے ایک اجلاس کی دوسری نشست کی صدارت انہوں نے کی جس میں علامہ اقبال نے شمع وشاعر دونشستوں میں پڑھی''۔

لسان العصر جناب اکبر حسین اکبرالہ آبادی آپ کے کس درجہ مداح تھے؟ اس کا اندازہ ان مکتوبات سے ہوسکتا ہے جو انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے نام رقم فرمائے اور جنہیں آپ نے قادیان سے ''مکتوبات اکبر'' کے نام سے شائع کر دیا۔ ایک مراسلہ میں اکبرالہ آبادی نے لکھا:

''آپ کی کثرت معلومات اور زوردار قلم اور بلند خیالی اور عارفانہ طبیعت آپ کے لئے بڑی نعمتیں ہیں۔''

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر کیا:

''میں آپ کو نیاز نامہ لکھنا چاہتا تھا۔ ایک مضمون تصوف کی نسبت بہت اچھا تھا اور حال میں کسی اخبار میں آپ کا ایک عمدہ مضمون دیکھ کر آپ کے ثبات قدم اور صحیح الخیالی پر خوش ہوا تھا۔ اس کی داد دینی تھی اگر چہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح ایک تندرست جوان اپنی تندرستی کا احساس راحت کے ساتھ کرتا ہے اسی طرح آپ ایسا ایک صحیح الخیال فلاسفر اپنے خیالات کی لذات سے متمتع ہوتا ہے مدح ہو یا نہ ہو۔ آپ کی تصنیفات حال میں کتاب النساء فی الاسلام نہایت عمدہ کتاب ہے۔ قومی اور مذہبی لٹریچر میں نہایت قیمتی اضافہ ہے۔ اس لائق ہے کہ انگریزی میں ترجمہ ہو''۔

ایک گرامی نامی کا آغاز ہی ان الفاظ سے کیا: ''آپ کی تصانیف کا کیا پوچھنا نہایت واضح، قرآن کے موافق، مذاق اسلامیہ کے مطابق۔ اللہ جزاء خیر دے۔''

☆ رسالہ ''سیاست جدید'' کانپور لکھتا ہے:

''اس بیسویں صدی کے شروع کے بیس سالوں میں اردو کے کسی بھی قابل ذکر رسالہ کو اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ اس کے مضمون نگاروں میں ایک نام مرزا سلطان احمد کا ضرور نظر آئے گا۔ عمومی، علمی و فلسفیانہ موضوعوں پر قلم اٹھاتے تھے۔ ان کے مضامین عام اور عوامی سطح سے بلند اور سنجیدہ مذاق والوں کے کام کے ہوتے تھے۔ رسالہ الناظر مشہور زمانہ کانپور۔ ادیب الہ آباد۔ مخزن لاہور۔ پنجاب۔ لاہور وغیرہ میں ان کی گلکاریاں نظر آتی تھیں۔ رفتہ رفتہ اردو والوں نے انہیں بالکل ہی بھلا دیا۔ ان کے قلم سے چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں نکلی تھیں۔ جن کی میزان چالیس درجن سے کم نہ ہوگی۔ کسی کتاب کو ان کے خصوصی طرز تحریر کے باعث قبولیت عام نصیب نہ ہوئی اور اب جبکہ پاکستان کے قیام کے بعد اس سرزمین میں اردو کی خدمت ہو رہی ہے اور بہت پرانے مصنفوں اور مؤلفوں کی کتابیں جو گمنام اور مثل گمنام کے ہو چکی تھیں۔ وہاں بڑے آب وتاب سے چھاپی جارہی ہیں۔ ان کے ذخیرہ تصانیف کی طرف سے کسی کو بھی تا حال توجہ کی توفیق نہیں ہوئی۔''

☆ محسنین اردو میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان کو فروغ دینے کے لئے جو مختلف ذرائع استعمال کئے جا سکتے ہیں، آپ نے تقریباً ان تمام ذرائع کو استعمال کیا اور ایسے وقت میں جب کہ اردو زبان کو خاص طور پر اس بات کی ضرورت تھی کہ صاحب اقتدار لوگ اسے سہارا دیں اور نہ صرف قلمی خدمت انجام دیں بلکہ اشاعت و ترویج کے لئے قلمی جواہر پاروں کو اپنی جیب سے روپیہ خرچ کر کے شائع کریں اور ملک مختلف طبقوں تک اس کی رسائی کا سامان بہم پہنچائیں۔ آپ نہ صرف ایک اچھے نثر نگار تھے بلکہ ایک اچھے ناظم بھی۔ آپ نے اپنی ساٹھ (60) کے قریب کتب کو زیادہ تر اپنی جیب سے روپیہ خرچ کر کے چھپوایا اور اس طرح اردو کی قلمی خدمت کے ساتھ ساتھ مالی خدمت بھی کی۔...... نیز یہ کتب اسلامی خدمت کا بھی شاندار نمونہ ہیں۔

☆ یہ بات تو عام طور پر دیکھی گئی ہے کہ کسی مصنف نے ایک ہی موضوع پر متعدد کتب تصنیف کی ہوں۔ یہ بھی علمی تبحر کی دلیل ہے۔ لیکن یہ کہ کوئی مصنف ایک سے زیادہ موضوعات پر ایک ہی جیسی قدرت اور روانی و سلاست کے ساتھ قلم اٹھا سکے، بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہے اور جس مصنف میں یہ بات پائی جاتی ہو اس کے تبحر علمی کا تو پھر کہنا ہی کیا! مرزا سلطان احمد صاحب نے مذہبیات پر قلم اٹھایا تو نہایت بیش قیمت جواہر پارے یادگار چھوڑے۔ اخلاقیات پر لکھا تو یوں محسوس ہوا کہ گویا اخلاقیات آپ کا خاص موضوع ہے۔ فلسفہ کے متعلق گوہر فشانی کی تو فلاسفروں کو دنگ کر دیا۔ ان سب باتوں سے مختلف لیکن ایک نہایت ہی اہم مضمون جس کے ساتھ مسلمانوں کی بہبود وابستہ تھی اس پر بھی لکھا وہ تھا، زمیندارہ بنکاری۔ ............ یہ ہیں حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سلیس اور عام فہم نثر میں مذہبیات، اخلاقیات معاشیات اور ایسے ہی دیگر متعدد موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھنے والے اور پرانی اقدار کو قائم رکھتے ہوئے نئی نظم کے پیش رووں کی صف اول کے شاعر۔

☆ رسالہ ''نیرنگ خیال'' (مئی جون 1934ء) لکھتا ہے: ''اردو زبان کا وہ زبردست فلسفی، مضمون نگار اور بلند پایہ مصنف جو قریباً نصف صدی تک اردو کی ادبی دنیا پر چھایا رہا اور جس کے زمانہ میں اردو کا کوئی ادبی اور علمی رسالہ اپنی ابتداء نہیں کیا کرتا تھا اور نہ کر سکتا تھا جب تک اپنے قلمی معاونین کی فہرست میں بکمال امتیاز واختصاص وافتخار مرزا سلطان احمد مرحوم کا نام سرِ لوح درج نہ کر لیتا ہو''۔

## کتب ومضامین

☆ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے 59 سے کتب اور بے شمار مضامین تحریر فرمائے۔ چند کتب کا مختصر تعارف پیش ہے:

= ''امثال'': 315 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو مئی 1911ء میں طبع ہوئی۔ اس کتاب میں ضرب الامثال پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی گئی ہے۔ ابتداء میں پنجابی اور اردو میں جو نسبت ہے اس پر تبصرہ کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اردو زبان دراصل پنجابی کی ہی اصلاح یافتہ شکل ہے۔ ازاں بعد امثال پر مختلف جہات سے بحث کی ہے جس میں ضرب المثل یا کہاوت کی تعریف، مآخذ واسنادِ امثال، امثال اور اقوال ومحاورات، امثالِ شعریہ، اقسامِ

امثال، امثال باعتبار مفہوم عامہ و مفہوم خاصہ اور تنقید امثال وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔ آخر پر پنجابی زبان کی 1464 ضرب الامثال اردو ترجمے کے ساتھ درج کی گئی ہیں اور ساتھ ساتھ حواشی میں ضروری تشریحات بھی دی گئی ہیں۔

= ''صدائے الم'': 58 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اپریل 1886ء میں شائع ہوا۔ اس میں مسٹر ابیٹسن صاحب بہادر کمشنر مردم شماری پنجاب کی اُن نکتہ چینیوں کا جواب دیا ہے جو انہوں نے اپنی مردم شماری کی رپورٹ میں اسلام پر کی تھیں؟ کتاب کے دو ابواب ہیں۔ پہلے باب میں آپ نے مسٹر ابیٹسن صاحب کے اعتراضات درج کر کے لکھا ہے کہ اسلام کے بارہ میں ان کی رائے ان کی اسلام سے ناواقفیت پر دلالت کرتی ہے مگر ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی رائے مسلمانوں کی موجودہ حالت کے موافق ہے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچ کر ان کو اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے اندر تبدیلی کرنے اور اسلامی تاریخ کی اعلیٰ اقدار و روایات کو زندہ کرنے کی تحریک کی ہے۔ دوسرے باب میں آپ نے مسٹر ابیٹسن کی نکتہ چینیوں کے مسکت اور مدلّل جوابات دیئے ہیں اور قرآن واحادیث سے اسلام کی حقیقی تعلیم پر روشنی ڈالی ہے۔

= ''ایک اعلیٰ ہستی'': یہ رسالہ 1919ء کی تحریر ہے جس میں خدا تعالیٰ کی ہستی پر عقلی رنگ میں منطقی دلائل سے بحث کی گئی ہے۔

= ''قوت اور محبت'': 1920ء میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف کیا جس میں آپ نے قوت اور محبت، دونوں کششوں یا جذبوں پر فلسفیانہ رنگ میں بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ انہی دو جذبوں کی وجہ سے ہر چھوٹی طاقت بڑی طاقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور یہی دو باتیں ہیں جو ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہیں۔

= ''الصلوٰۃ'': 88 صفحات کے اس کتابچہ میں تمام مذاہب میں دعا اور عبادت کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ نیز دعا کیوں کی جاتی ہے؟ عبادت اور دعا کے کس قدر طریق ہیں؟ دعا پر ہونے والے مختلف اعتراضات اور ان کے جوابات پر بحث کرنے کے بعد اسلامی عبادت اور اس کی جامعیت پر قلم اٹھایا ہے۔

= ''مرآۃ الخیال یعنی مینٹل فلاسفہ'': 1882ء میں شائع ہونے والے اس رسالہ کے 64 صفحات ہیں۔

مختصر تمہید کے بعد کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی ''تعریف وفوائد ومقام واقسام وطاقت و میعاد قوت متخیلہ''۔ ''طریق مدوت خیالات''۔ ''تسلسل خیالات''۔ ''اُن عوارض اور امراض کا بیان جو قوت متخیلہ پر وارد اور مؤثر ہو سکتے ہیں''۔ اور ''فوائد وتدابیر آراستگی وصحتِ قوت متخیلہ''۔

= ''زمیندارہ بینک'' 60 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ 1903ء میں شائع ہوا جس میں زمینداران پنجاب کے اسباب افلاس وآسودگی پر بحث کر کے زمیندارہ بینک کے قائم کرنے کی ایک عملی تجویز بتائی گئی ہے۔ نیز اس کی افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں قواعد زمیندارہ فنڈ بیان کئے گئے ہیں اور پھر حساب کتاب کے بارہ میں مختلف نقشہ جات دیئے گئے ہیں۔

= ''الوجد'': تصوّف کے بارہ میں یہ گرانقدر تصنیف 88 صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں یہ بھی بیان ہے کہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے بزرگان دین کی اہمیت اور ضرورت کیا ہے۔

= ''فنِ شاعری'': یہ رسالہ 1907ء میں شائع ہوا۔ 165 سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں صاحبزادہ صاحب نے شاعری اور فن شاعری پر نئے اور پرانے خیالات کے اعتبار سے نہایت عمدہ پیرایہ میں بحث کی ہے۔ شاعری کا شروع، شاعری کے اولیات، ضرورت، مماثلات اور تناسبات، شاعری کے اقسام اور متعلقات، شاعری باعتبار مختلف واقعات، درد وسوز و باعتبار تفریح، شاعری کا نتیجہ یا شاعر کی علمی خدمات اور شاعر کی زندگی وغیرہ اس کتاب کے اہم موضوع ہیں۔ تحریر میں جا بجا فارسی اور اردو اشعار کا برجستہ استعمال کیا ہے، جس سے آپ کے مطالعہٗ شعر کی وسعت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اردو شاعری کے نقائص اور محاسن بھی بتائے ہیں اور الزامی طور پر یورپین شاعری کے نقائص کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

= ''فنون لطیفہ'': 1912ء کے اواخر میں شائع ہونے والی اڑھائی سو کے قریب صفحات پر مشتمل اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں فنون کی اقسام پر عمومی بحث اور نیچر کے ساتھ اس کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں فنون لطیفہ کی اقسام پر بحث ہے۔

علم کی مختلف شاخوں میں سے بعض کو فنون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فن کیا ہے؟ جب انسان نیچر اور مواد نیچر میں دست اندازی کرتا ہے اور ایک خاص طریق کے ساتھ سامان نیچر کو اپنے تصرف میں لاتا ہے تو وہ ایک فن سے کام لیتا ہے۔ مشاہدات، محسوسات تخیلات کی اختراعی صورتیں ایک فن ہے۔ فن کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے (1) فنونِ متعارفہ (2) فنونِ لطیفہ فنونِ متعارفہ وہ ہیں جن پر عام زندگیوں کا بہت کچھ مدار ہے مثلاً کاشتکاری، کفش سازی، خیاطی، معماری، نجاری، قصابی، حجام گری، ظروف سازی، کشیدہ کاری، رنگ سازی اور قالین بافی وغیرہ۔ فنونِ لطیفہ دراصل فنونِ متعارفہ ہی کا دلآویز اور نرالا روپ ہے۔ فنون متعارفہ چند منزلوں پر ہی رہ گئے ہیں اور فنون لطیفہ عام لوگوں سے نکل کر مشاہیر کی گود میں پرورش پا کر نکلتے ہیں۔

فنون لطیفہ کی پانچ قسمیں ہیں: 1۔ فن شاعری۔ 2۔ فن موسیقی۔ 3۔ فنِ تعمیر۔ 4۔ فن سنگ تراشی۔ 5۔ فن مصوری۔ کتاب کے دوسرے حصے میں انہی پانچ فنون پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

= ''علوم القرآن'': 1920ء میں شائع ہونے والی اس کتاب کے 317 صفحات ہیں۔ اس میں قرآن کریم میں بیان شدہ مختلف علوم پیش کئے گئے ہیں اور قرآنی آیات سے جن علوم پر روشنی ڈالی ہے اُن میں علم الاخلاق، سیرت، علم الحیوانات، نباتات، جمادات، آب وہوا، آتش، ہیئت، ریاضی علم النفس والقوٰی، علم الانسان، علم طب، علم زبان، منطق، علم کلام، تاریخ، جغرافیہ، سیاحت، علم المعیشت، فنِ زراعت، تجارت، علم خواب اور دیگر علوم شامل ہیں۔

= ''اساس الاخلاق'': ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں اخلاق کے ہر شعبہ پر اصولی رنگ میں بحث کی گئی ہے۔ یعنی سب اخلاق کا مأخذ اور مرجع کیا کچھ ہے اور ان کی ضرورت کہاں تک ہے اور ان میں کن کن وجوہ سے ترقی اور تنزل ہوتا رہتا ہے۔ نیز محبت، دیانت، عدالت، صداقت اور شجاعت پر نمبروار بحث کی گئی ہے۔ نیز اس کتاب میں حکماء قدیم وجدید کے خیالات وآراء

اخلاق کے محاسن ونقائص ہر باب میں پیش کئے ہیں۔

علاوہ ازیں اس میں بتایا گیا ہے کہ اخلاق کی تکمیل اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ جب بالخصوص شخصیت، قومیت، سوسائٹی، قدرت اور حکومت وقت کے فرائض کا تحفظ مدنظر رہے۔ اگر شخصیت کامل ہے تو اخلاق بھی کامل ہیں اور اگر شخصیت کامل نہیں تو اخلاق بھی کامل نہیں۔ شخصیت کے بعد قوم اور سوسائٹی کی نوبت آتی ہے۔

= ''ریاض الاخلاق'': 150 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ دراصل 52 متفرق مضامین کا مجموعہ ہے جس کو مکرم مولوی سید ممتاز علی صاحب نے مرتب کیا ہے اور یہ مجموعہ 1900ء میں طبع ہوا۔

= ''خیالات'': 340 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ان 30 مضامین کا مجموعہ ہے جو معروف رسائل میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ ان رسائل میں مخزن، دکن ریویو، زمانہ، اردوئے معلّی، منتقلی، تہذیب اور عصر جدید شامل ہیں۔ جون 1907ء میں یہ مجموعہ شائع ہوا۔

= ''جبر وقدر'': یہ رسالہ 54 صفحات پر مشتمل ہے جس میں جبر وقدر کے مسئلہ پر مذاہب دنیا سے الگ ہوکر بحث کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ ہم ایک حد تک مختار بھی ہیں اور اس حد سے نکل کر مجبور بھی۔ تخیّل اور ارادہ میں مختار ہیں لیکن تکمیل تخیّل اور تکمیل ارادہ کے بعض حصوں میں مجبور ہیں۔ جس نے یہ اختیارات دے رکھے ہیں اس نے اپنے ہاتھ میں بھی ان کی ڈوری رکھی ہے۔

= ''نبوت'': 1918ء میں طبع ہونے والی اس کتاب کے 56 صفحات ہیں۔ اس میں نبوت کے بارہ میں مباحث بیان کئے گئے ہیں۔ امت واحدہ اور امت وسطٰی سے مراد، کل امتوں کے نبی، نبیوں کی درجہ بندی، اقسام نبوت، شروع ہی میں کیوں ایک نبی نہ بھیجا گیا اور نبوت والہام کی ضرورت وغیرہ جیسے اہم سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ نیز اس رسالہ میں ختم نبوت کے مسئلہ کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔

= ''صداقت'': 84 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ 1893ء میں شائع ہوا۔ اس رسالہ میں صداقت کے متعلق ان امور کی بحث کی گئی ہے کہ جو صداقت کے متلاشیان کے واسطے کم سے کم ایک راہنما کا کام دینے کے قابل خیال کئے جاسکتے ہیں۔ صداقت کیا شے ہے؟ اس کی اقسام کیا ہیں اصول تصدیق صداقت کیا ہیں؟ وغیرہ امور پر بڑے خوبصورت انداز میں منطقی اور فلسفیانہ رنگ میں بحث فرمائی ہے۔ صداقت کو گیارہ اقسام میں تقسیم کیا ہے یعنی صداقت عامہ، صداقت خاصہ، صداقت علمی، صداقت عملی، صداقت عقلی، صداقت نقلی، صداقت وجدانی، صداقت یقینی، صداقت موقت، صداقت اعتباری اور صداقت قائم بذاتہ۔

= ''فرحت'': 1890ء میں شائع ہونے والا یہ رسالہ 56 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں خوشی کی تعریف اور خوشی کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً خیالی خوشی۔ ارادی خوشی، خوشی بامید، شکیہ خوشی، یقینی خوشی، اعتباری خوشی، وہمی خوشی، حواسی خوشی، خوشی بہ نتیجہ وغیرہ۔ نیز خوشی کی حقیقت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ حقیقی خوشی غنا اور قناعت سے پیدا ہوتی ہے۔ اپنی بحث میں حکیموں اور فلاسفروں کے اقوال اور دیگر مثالیں بھی دی ہیں۔

= ''ملت اور معاملات قومی'' 82 صفحات کا یہ رسالہ 1927ء میں شائع ہوا۔ اس میں بتایا گیا کہ تنزل اقوام کا موجب کون کون سے اسباب ہوتے ہیں اور ملت اسلامیہ کے اعمال میں کیا کچھ کمیاں واقع ہوگئی ہیں جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ ازاں بعد قرآن کریم کی روشنی میں ملی معاملات کی وضاحت کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ ہم پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

= ''چند نثر نما نظمیں'': یہ کتاب 248 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں منظومات اور دوسرے میں غزلیات ردیف وار درج کی گئی ہیں۔ ہر دو حصوں میں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

وقت ہر شے سے محترم ہے یہاں
وقت ہرشے سے مغتنم ہے یہاں
وقت تقدیر ، وقت ہے اکسیر
وقت تدبیر ، وقت ہے تسخیر
ہنس کے جو اپنا وقت کھوئے گا
وقت بے وقت آپ روئے گا
وقت جا کر نہیں پھر آنے کا
تجربہ خوب ہے زمانے کا
اپنے اوقات کے رہو پابند
ہے زمانہ کی سود مند یہ پند

..........................

مرا دل اسیرِ بلا ہو گیا
الٰہی! یہ الفت میں کیا ہو گیا
بلا کی کشش ہے تری آنکھ میں
پڑی جس پہ ، دل سے ترا ہو گیا
کیا یہ طبیبوں نے کیسا علاج
مرا عارضہ تو سوا ہو گیا
محبت میں مجھ کو ملا یہ صلہ
کہ دشمن زمانہ مرا ہو گیا
عجب طرح کی ہے یہ دیوانگی
دلا! کچھ تو کہہ تجھ کو کیا ہو گیا

..........................

دراصل ''نثر نما نظموں'' سے یہ مطلب نہیں جو آجکل ''نثری نظموں'' سے لیا جاتا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ ان نظموں میں صرف شعر گوئی کے ظاہری تعبیرات اور نکاتِ شاعری کو ملحوظ رکھ کر نثر کے الفاظ اور فقرات کو منظوم کیا گیا ہے۔ ان میں وہ لطافت اور تعبیرات نہیں جو غزل گو شعراء کے پیش نظر ہوتی ہیں۔

نوٹ: گزشتہ شمارہ میں یہ ذکر کیا گیا تھا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی ذاتی لائبریری 1932ء میں جماعت کو وقف کردی گئی۔ دراصل یہ دسمبر 1916ء کا واقعہ ہے جب حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے اپنی کتب کا ذخیرہ صدر انجمن احمدیہ کے نام وقف کردیا اور صدر انجمن نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا کتب خانہ اور تشحیذ اور ریویو کی لائبریری میں اسے مدغم کر کے ایک مستقل مرکزی لائبریری ''صادق لائبریری'' قائم کردی۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے اپنی لائبریری بھی اس میں شامل کردی۔ قارئین درستی فرمالیں۔

# محترم حکیم غلام حسین صاحب (لائبریرین)

(عبدالرحمٰن شاکر)

دسمبر 1916ء میں قادیان میں پہلی باقاعدہ لائبریری قائم ہوئی جس کا نام صادق لائبریری تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنا عظیم کتب خانہ جماعت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحبؓ لدھیانوی پہلے لائبریرین مقرر ہوئے۔ جولائی 1924ء میں جب شہزادہ صاحب زندگی وقف کر کے ایران تشریف لے گئے تو اُن کی جگہ بابو عبدالحمید صاحب مقرر ہوئے۔ اُنہوں نے 13 جنوری 1939ء کو حکیم غلام حسین صاحب کو چارج دیا۔

حکیم غلام حسین صاحب ولد حکیم نور احمد صاحب موضع ہیلاں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ میٹرک تک تعلیم تھی۔ قادیان آنے سے قبل وہ ریاست بھوپال کے شاہی کتب خانہ میں عرصہ تک کام کر چکے تھے جہاں وہ اپنے ایک عزیز بابو رحمت اللہ صاحب اوورسیئر کے توسط سے پہنچے تھے۔

حضرت خلیفہ ثانیؓ کے حکم سے حضرت مولانا عبیداللہ بسمل صاحب کو بھوپال میں تبلیغ سلسلہ کے لئے بھیجا گیا۔ وہ کتابوں کے کیڑے تھے۔ ہر وقت مطالعہ کتب میں مصروف رہتے۔ شاہی کتب خانہ میں حکیم غلام حسین صاحب سے جو ملاقات ہوئی تو بہت خوش ہوئے اور اس طرح اُن کو اپنے علمی ذوق کی تسکین کا بڑا سہارا مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد مولانا بسمل کو واپس بلوالیا گیا اور اتفاق سے 1929ء میں حکیم غلام حسین صاحب بھی لائبریرین ہو کر قادیان آگئے اور لطف کی بات یہ ہوئی کہ دونوں بالکل ہمسایہ تھے۔ مولانا عبیداللہ صاحب کی بیٹھک اُن دِنوں علم و فضل کا مرکز تھا۔ یوں بھی لوگ طبّی مشورہ کے لئے آتے تھے۔ وہاں میری اور حکیم غلام حسین صاحب کی پہلی ملاقات ہوئی۔ آہستہ آہستہ واقفیت بڑھتی گئی اور پھر بے تکلفی کی حدود بھی پھلانگ گئی۔

محترم حکیم صاحب کتب خانہ کی دیکھ بھال بڑے انہماک سے کرتے۔ اُن کو ہر کتاب کا ذاتی طور پر علم ہوتا کہ کس فن کی ہے اور کس الماری میں کہاں پڑی ہے۔ ایک دفعہ ایک مناظرہ کیلئے اندھیرے میں کتب نکال کر لائے۔ واپس آمدہ کتب کو خود اپنی جگہ پر رکھتے اور مددگار کارکن پر اعتبار نہ کرتے۔ حتی الوسع اپنا تمام کام کر کے گھر کو لوٹا کرتے۔ مقرّرہ مدّت کے بعد بھی جو کتب واپس نہ آتیں اُن کی واپسی کا مطالبہ کرتے اور اس معاملہ میں کسی کا لحاظ نہ کرتے۔ ویسے ہر شخص سے خوش خلقی سے پیش آتے اور ہمدردی دکھاتے۔ طبیعت میں ظرافت بھی کافی تھی۔ چونکہ طبّ خاندانی پیشہ تھا اس لئے نبض دیکھتے ہی مرض کو سمجھ لیا کرتے۔ مَیں نے بارہا تجربہ کیا۔ نبض دیکھتے ہی کہہ دیتے کہ تم نے فلاں چیز کھائی ہے اُس کی وجہ سے تکلیف ہوئی ہے اور پھر بالکل سستا نسخہ بتاتے جو ایک دو پیسہ میں آجائے۔ حسابات کے بھی خاصے ماہر تھے۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے ذاتی حسابات بھی آپ کے ہی سپرد تھے۔

حکیم غلام حسین صاحب بہت نیک طبع، نمازی، تہجد گزار، دُعا گو اور صاحبِ کشف و الہام تھے۔ اپنے کشوف والہام کا ذکر اپنے حلقہ احباب میں ضرور کرتے۔ پہلے عادت تھی کہ اپنے خوابوں اور الہامات کی خوب تشہیر کرتے۔ ایک دن میں نے کہا کہ اس طرح نہ کیا کریں کہیں آپ کا نفس آپ کو دھوکا نہ دے اور ٹھوکر لگ جائے تو فوراً سمجھ گئے اور بہت محتاط ہو گئے۔ دوسری جنگ عظیم یکم ستمبر 1939ء کو شروع ہوئی تو کچھ عرصہ بعد حکیم صاحب نے دفتر میں ذکر کیا کہ اُن کو الہاماً بتایا گیا ہے کہ "ہٹلر پہنچ گیا تبریز"۔ تبریز، روس کی سرحد کے قریب، ایران کا شہر ہے۔ ہم حیران ہوئے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جرمنی کی فوج وہاں گئی ہو۔ مگر بعد میں جب چرچل کی چھ جلدوں میں کتاب "History of the Second Great War" پڑھی تو اس الہام کی صداقت پر کوئی شبہ نہ رہا۔ واقعی جرمن فوجیں تبریز تک پہنچ گئی تھیں۔ جبھی تو چرچل، سٹالن اور روزویلٹ نے رضا شاہ اوّل کو مجبور کیا تھا کہ ان کو یہاں سے نکالو۔ انہوں نے ذرا لیت و لعل کی تو فوراً قید کر کے پہلے جزیرہ ماریشس میں پھر جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں رکھا جہاں وہ فوت ہو گئے۔

محترم حکیم صاحب ایک دن مجھے کہنے لگے کہ تمہارے ہاں دوسرا لڑکا پیدا ہوا ہے اور تم نے کچھ کھلایا نہیں۔ مَیں نے حیرانی سے کہا کہ میرے ہاں کوئی دوسرا لڑکا نہیں ہے تو کہنے لگے: ہیرا پھیری نہ کرو مجھے تو خدا تعالیٰ نے بتایا اور تم چالاکی کرتے ہو...... جب خوب تسلی کر لی تو کہنے لگے کہ انشاء اللہ دوسرا لڑکا آنے والا ہے۔ جب وہ لڑکا پیدا ہوا تو مَیں نے اطلاع دی۔ گھر آ کر اُسے دیکھا۔ گود میں اٹھایا اور چار آنے دیئے۔

تقسیم ملک کے بعد حکیم صاحب نے چنیوٹ میں بتایا کہ الہام ہوا ہے۔ "آوَیْنٰهُمَا اِلٰی رَبوة"۔ حالانکہ ابھی شہر ربوہ کا تصور بھی موجود نہ تھا۔

پاکستان بننے کے بعد قادیان سے کافی حد تک لائبریری یہاں آگئی تھی مگر ابھی کتابیں چنیوٹ میں ہی پڑی تھیں کہ اچانک حکیم صاحب کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی توجہ سے ربوہ میں لائبریری کیلئے ایک کمرہ بنایا گیا جس میں کتابیں منتقل کر دی گئیں۔ اخبار میں لائبریرین کیلئے اشتہار شائع ہوا تو انٹرویو کے بعد خاکسار کا تقرر ہوا۔ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان بابت 51-1950ء ملاحظہ ہو: "......مرکزی لائبریری کے دیرینہ اور مستعد کارکن حکیم غلام حسین صاحب 13 جون 1950ء کو ایک مختصری علالت کے بعد وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم ایک محنتی، دیانتدار اور مخلص کارکن تھے۔ حکیم صاحب مرحوم کی جگہ لائبریری کا کام چوہدری عبدالرحمٰن صاحب شاکر کے سپرد کیا گیا...... حکیم غلام حسین صاحب مرحوم لائبریری کی کتب چنیوٹ سے ربوہ لے آئے تھے۔ ابھی اُن کو ترتیب نہ دے سکے تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے حقیقی مولا سے جا ملے...... یکم ستمبر 1950ء کو شاکر صاحب نے چارج لیا اور نہایت محنت اور تندہی سے کتابوں کو مضمون وار کر کے ترتیب دے کر الماریوں میں رکھا"۔ حکیم صاحب مرحوم نے دو بیٹیاں اور تین لڑکے یادگار چھوڑے۔

رپورٹ صدر انجمن بابت سال 53-1952ء کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ نے مشاورت 1952ء پر سلسلہ کی لائبریری کو زیادہ جامع اور وسیع کرنے سے متعلق ہدایت فرمائی کہ آئندہ کے لئے صدر انجمن احمدیہ کی مرکزی لائبریری اور حضورؓ کی اپنی لائبریری کو یکجا کیا جائے اور اُس کا نام خلافت لائبریری ہو۔ چنانچہ مئی 1952ء سے اس پر عملدرآمد کیا گیا۔ خلافت لائبریری کے انچارج مولوی محمد صدیق صاحب فاضل تھے۔ سابقہ مرکزی لائبریری کے حصہ میں خاکسار لائبریرین تھا جبکہ دوسرا حصہ یعنی حضورؓ کی ذاتی لائبریری میں چوہدری خلیل احمد صاحب کام کرتے تھے۔

جن دنوں مَیں لائبریری کو ترتیب دے رہا تھا تو حکیم صاحب مجھے قدم قدم پر یاد آیا کرتے تھے۔ خاکسار کو خدا تعالیٰ نے 1941ء میں بذریعہ کشف بتا دیا تھا کہ جہاں اب ربوہ شہر آباد ہے یہاں لائبریری میں کام کروں گا۔ جس کا ذکر مَیں نے اپنے ایک مضمون "Rabwah - The Land of my Dreams" مطبوعہ "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی بابت ماہ جنوری 1953ء میں کیا تھا۔

# مجلس انصاراللہ برطانیہ کے 34 ویں سالانہ اجتماع 2016ء کا انعقاد

## خطبہ جمعہ کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی پیغام، علمائے سلسلہ کی تربیتی تقاریر اور معلوماتی پریزنٹیشنز، علمی اور ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد، معلوماتی نمائش،

(رپورٹ: عبادہ عبداللطیف)

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ مجلس انصاراللہ برطانیہ کو رُبع صدی سے زائد عرصہ سے یہ سعادت حاصل ہوتی چلی آرہی ہے کہ خلفائے احمدیت کی براہ راست ہدایت، رہنمائی اور دعاؤں سے فیضیاب ہوتے ہوئے ترقی کی منازل طے کرتی چلی جارہی ہے۔ ان ترقیات کی پیمائش کا ایک ذریعہ سالانہ اجتماعات بھی ہیں۔ امسال مجلس انصاراللہ برطانیہ کے 34 ویں سالانہ اجتماع کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہ ایک نئے مقام 'اولڈ پارک فارم کنگزلے' (Old Park Farm, Kingsley) میں نہایت کامیابی کے ساتھ بتاریخ 30 ستمبر، یکم و 2/اکتوبر 2016ء کو منعقد ہوا۔ نیز اس اجتماع میں شامل ہونے والوں کی سعادت یہ بھی تھی کہ سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ستمبر میں اجتماع کے حوالہ سے انصار کو نہایت قیمتی نصائح ارشاد فرمائیں۔

### حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی پیغام

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ: ''آج سے مجلس انصاراللہ...... یوکے (UK) کا اجتماع شروع ہو رہا ہے۔ ہمارے اجتماعات کی اصل روح تو یہ ہے جس کے لئے کوشش ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور آپس میں محبت و اخوت میں بڑھا جائے۔ علمی پروگرام اور مقابلے اس روح کے ساتھ ہونے چاہئیں کہ ہم نے ان باتوں سے کچھ سیکھ کر اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے۔

بعض کھیلوں کے بھی پروگرام ہوتے ہیں تو اس لئے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے صحتمند جسم بھی ضروری ہے ورنہ نہ ہی انصاراللہ کی کھیل کود کی عمر ہے اور نہ ہی بائیس تیئس سال کی عمر کے بعد عموماً عورتیں کھیلوں میں کوئی زیادہ شوق رکھتی ہیں۔ پس ورزشی مقابلوں کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنی جسمانی صحت کی طرف توجہ رہے اور صرف مقابلوں میں حصہ لینے والے نہیں بلکہ دوسرے بھی کم از کم سیر یا پھر ہلکی پھلکی ورزش سے اپنے جسموں کو چست رکھیں۔ تو بہرحال اصل چیز تو ان اجتماعوں کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اپنی دینی اور علمی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی طرف توجہ ہو۔

صدر صاحب انصاراللہ نے مجھے کہا کہ خطبہ میں انصار کو مخاطب کر کے کچھ کہہ دیں۔ انصاراللہ کی عمر تو ایک ایسی عمر ہے جس میں انسان کی سوچ mature ہوتی ہے، پختہ ہوتی ہے اور خود انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہئے اور ان ذمہ داریوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ ایک تو پختہ عمر ہونا اور دوسرے ان بڑی عمر کے لوگوں کی مجلس کا نام انصاراللہ ہونا ہر ممبر کو، ہر احمدی مرد کو جو چالیس سال سے اوپر ہے اپنی ذمہ داری کی ادائیگی کا احساس دلانے کے لئے کافی ہے۔ یہ ذمہ داری یا ذمہ داریاں کیا ہیں جن کو ایک ناصر کو ادا کرنا چاہئے؟ ان کا خلاصہ انصاراللہ کے عہد میں بیان ہو گیا ہے۔

پہلی بات یہ کہ ہر ناصر، ہر شخص جو مجلس انصاراللہ کا ممبر ہے اسلام کی مضبوطی اور احمدیت پر سچے دل سے قائم ہونے کی کوشش کرے۔ اور اسلام کی مضبوطی کے لئے کوشش اپنے علم اور طاقت سے نہیں ہو سکتی۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین ہے اور تعلیم کے لحاظ سے کامل اور مکمل دین ہے۔ اس میں کسی انسان نے تو کوئی اور مضبوطی پیدا نہیں کرنی ہے۔ ہاں اپنے آپ کو اس سے مضبوط تعلق پیدا کرنے کے لئے کوشش کی ضرورت ہے تا کہ اس کامل اور مکمل دین کا ہم مضبوط حصہ بن سکیں۔ اور یہ بات خدا تعالیٰ سے تعلق کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے اور انصاراللہ کے معیار سب سے اعلیٰ ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق نہ ہو جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں حکم دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجو، اس کی طرف توجہ دو۔ پس یہ بہت ضروری چیز ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا حق ادا کرنا ہے۔ جب یہ حق قائم ہو گا تو تبھی احمدیت پر ہم سچے دل سے قائم ہوں گے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے تکمیلِ اشاعتِ اسلام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے اور احمدیت پر سچے دل سے قائم ہونا تبھی ثابت ہو گا جب ہم اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے اپنے آپ کو انصاراللہ ثابت کریں گے۔ پس ایک تو یہ ذمہ داری ہے۔

پھر آپ نے، انصار نے اپنے عہد میں ایک عہد یہ بھی کیا یا دوسرے لفظوں میں اس ذمہ داری کو نبھانے کا، اٹھانے کا وعدہ اور اعلان کیا کہ خلافت احمدیہ سے وفا کا تعلق اور اس کی حفاظت کے لئے کوشش کریں گے۔ یہ کوشش کس طرح ہو گی؟ یہ کوشش تبھی ہو گی جب انصار خلافت کے کاموں اور پروگراموں کو آگے بڑھانے کے لئے اس کے مددگار بنیں گے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب انصار اپنے آپ کو خلیفہ وقت کی باتوں کے سننے کی طرف متوجہ رکھیں گے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس زمانے میں ایم ٹی اے کی نعمت بھی عطا فرمائی ہے کہیں دُور بیٹھے ہوئے سنا جا سکتا ہے۔ پس انصاراللہ کو اپنے آپ کو اس کے ساتھ جوڑنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اپنی اولادوں کو بھی۔ یہ بھی عہد کیا کہ اولادوں کو بھی خلافت سے جوڑیں گے تو اولادوں کو بھی اس ذریعہ سے خلافت کے ساتھ جوڑ دیں علاوہ اور باقی تربیتی باتوں کے تا کہ نسلاً بعد نسلٍ یہ وفاؤں کے سلسلے چلتے رہیں اور قائم رہیں تا کہ خدمت اسلام اور اشاعت اسلام کا کام ہمیشہ جاری رہے۔ کیونکہ اشاعت اسلام کا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کے ہی اعلان کے مطابق قدرت ثانیہ کے ذریعہ سے ہونا ہے جو نظام خلافت ہے۔ پس اس کے لئے ہر قربانی کے عہد پر نظر رکھیں۔ یہ عہد آپ نے کیا کہ ہر قربانی آپ کریں گے تو اس پر نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

امر واقعہ یہی ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا خطبہ جمعہ کے ساتھ ہی امسال منعقد ہونے والے مجلس انصاراللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کا روایتی افتتاح بھی

عمل میں آ گیا۔ حضور انور کا بلاشبہ یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود بھی اپنے غلاموں کے لئے اپنی شفقت کا انتہائی محبت سے اظہار فرمایا۔ جَزَاھُمُ اللّٰہ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور کی نصائح پر عمل کرنے اور حقیقی معانی میں انصاراللہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## سالانہ اجتماع کے مختصر کوائف

اولڈ پارک فارم کنگز لے میں جماعت احمدیہ کا پہلا فنکشن ایک ہفتہ قبل یہاں منعقد ہونے والا مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع تھا۔ ایک ہفتہ بعد یہاں مجلس انصاراللہ اور لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماعات (پردہ کی رعایت کے ساتھ منعقد ہوئے)۔ حدیقۃ المہدی سے محض چار کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع اس مقام اجتماع کا ایک بڑا حصہ پارکنگ کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ اگرچہ امسال ایک نئی جگہ، نامساعد حالات، موسمِ سرما کے آغاز اور اجتماع کے دوسرے روز بارش ہو جانے کے باعث مقامِ اجتماع اور خصوصاً پارکنگ ایریا میں کیچڑ ہو جانے کی وجہ سے شاملینِ اجتماع کو خاصی تکلیف اٹھانی پڑی۔ تاہم اس زحمت کے باوجود اجتماع کے تیسرے روز بھرپور حاضری ریکارڈ کی گئی۔ الحمدللہ

امسال سٹیج کی بیک گراؤنڈ سادہ مگر دیدہ زیب تھی۔ سبز رنگ کے کینوس پر سورۃ النحل کی آیت 91 تحریر تھی جس کے ساتھ اس کا انگریزی ترجمہ بھی دیا گیا تھا۔ اس آیت کا اردو ترجمہ یوں ہے: ''یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم عبرت حاصل کرو۔''

مارکی میں مختلف بینرز آویزاں تھے جن پر خصوصیت سے مجلس انصاراللہ کے قیام کے مقاصد اور انصار کے لئے خلفائے سلسلہ کی ہدایات رقم تھیں۔

مارکی کے پچھلے حصہ میں ایک معلوماتی نمائش کا اہتمام تھا۔ اس خوبصورت نمائش کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک حصہ میں مختلف موضوعات پر آیاتِ قرآنی اور اُن کا ترجمہ آویزاں تھا نیز مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم بھی میز پر ترتیب سے رکھے گئے تھے۔ نمائش کے دوسرے حصہ میں ایک میز پر تبلیغی سٹال کا نقشہ پیش کیا گیا تھا اور ساتھ میں کیلی گرافی سے مزیّن ایک پوسٹ بنائی گئی تھی جس کے پس منظر میں روشنی کر کے اسے نمایاں کیا گیا تھا۔ جبکہ نمائش کے تیسرے حصہ میں مجلس انصاراللہ یوکے کی نیشنل اور ریجنل سطحوں پر ہونے والے چند اہم پروگراموں کی تصاویر اور معلومات پر مبنی پوسٹرز نمائش کے لئے پیش کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ نیشنل شعبہ وصیت، ہیومینٹی فرسٹ اور Voice of Islam نے اپنے سٹالز بھی لگائے ہوئے تھے۔

ہفتہ اور اتوار کو نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی اور نماز فجر کے بعد درس دیا گیا۔

امسال کی ایک اہم پیش رفت یہ بھی تھی کہ اردو میں کی جانے والی تمام تقاریر کے Live (براہ راست) انگریزی ترجمہ کا انتظام بھی تھا۔ اس مقصد کے لئے مکرم ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب مقرر تھے جبکہ اُن کی مدد مکرم ثاقب جہانگیری صاحب اور مکرم ڈاکٹر چودھری مظفر احمد صاحب نے کی۔

## سالانہ اجتماع کا پہلا روز

30 ستمبر 2016ء کو صبح ناشتہ کے بعد سے رجسٹریشن جاری تھی۔ دوپہر ایک بجے احباب جماعت نے ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ سنا اور مقامی طور پر نماز جمعہ اور عصر باجماعت ادا کی گئیں۔

شام ساڑھے چار بجے لوائے انصاراللہ لہرانے کی تقریب منعقد ہوئی۔ مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نائب امیر یوکے و امام مسجد فضل لندن نے لوائے انصاراللہ جبکہ مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصاراللہ یوکے نے برطانیہ کا قومی پرچم لہرایا۔ مکرم امام صاحب نے دعا کروائی۔

افتتاحی اجلاس کی صدارت مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے کی۔ تلاوت قرآن کریم کی سعادت مکرم معید حامد صاحب کو حاصل ہوئی۔ آیات کریمہ کا انگریزی ترجمہ مکرم جمیل موانجے صاحب نے پڑھا۔ مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ کی اقتداء میں انصار نے کھڑے ہو کر انصاراللہ کا عہد دہرایا۔ جس کے بعد مکرم خالد چغتائی صاحب نے نظم پڑھی۔ مکرم امام صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں انصار کو بعض تربیتی امور سے متعلق توجہ دلائی۔

اس سیشن کا اختتام دعا کے ساتھ ہوا جو مکرم امام صاحب نے کروائی۔

اجتماع کا پہلا باقاعدہ اجلاس ساڑھے پانچ بجے مکرم چودھری وسیم احمد صاحب سابق صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ کی زیر صدارت شروع ہوا۔

### ذکر حبیب علیہ السلام

اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم وسیم احمد فضل صاحب استاذ الجامعہ الاحمدیہ برطانیہ کی تھی جس کا عنوان تھا: ''ذکر حبیبؑ''۔ یہ تقریر اردو زبان میں تھی۔

مقرر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ حیات مبارکہ سے منتخب واقعات پیش کرتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ حضور علیہ السلام کے عظیم الشان کردار کے روشن پہلو آج بھی ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر جب حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے موسمِ سرما کے آغاز پر ایک خادم کے ہاتھ اپنے استعمال شدہ کوٹ کسی دوست کے لئے بھجوائے تو اُس دوست نے استعمال شدہ ہونے کی وجہ سے کوٹ لینے سے معذرت کر لی۔ جب وہ خادم کوٹ واپس لے جا رہے تھے تو اتفاقاً راستہ میں حضور علیہ السلام نے دیکھ لیا اور پھر خادم کی زبانی معاملہ کا علم پا کر فرمایا کہ یہ کوٹ ہمیں دے جاؤ، میر صاحب کو بتا دینا کہ ہم نے رکھ لئے ہیں۔ اُن کو اگر واپس کرو گے تو وہ دُکھ محسوس کریں گے۔

حضور علیہ السلام کو اپنے صحابہ کے جذبات کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے اپنے سفر کے ساتھی حضرت منشی اروڑا خان صاحبؓ کو تو یکّہ کے ذریعہ بھجوا دیا تا کہ وہ ایک قریبی گاؤں میں بیاہی جانے والی اپنی بیٹی سے مل کر پھر منزل پر پہنچ جائیں جبکہ حضور علیہ السلام نے خود پا پیادہ سفر اختیار فرمایا۔

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ کا بیان ہے کہ ایک بار بہت رات گئے وہ یہ خبر حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئے کہ ایک دوست یوسف علی صاحب قریب المرگ ہیں۔ یہ اطلاع دینے کے لئے انہوں نے حضور علیہ السلام کے مکان کے اُس حصہ کے بیرونی دروازہ کے قریب پہنچ کر آواز دی جہاں حضور علیہ السلام رات کو آرام فرمایا کرتے تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے آواز دینے پر حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ صاحبزادہ صاحب ہیں؟ عرض کیا: جی۔ حضور علیہ السلام نے خادمہ سے فرمایا: ''جلدی دروازہ کھول دو، ثواب ہوگا''۔ یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ خادمہ کا کام ہی خدمت ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام اُس سے اگر کسی خدمت کا تقاضا بھی کرتے ہیں تو اُس خدمت کے نتیجہ میں بھی خدا تعالیٰ کے قرب کو ہی پیش نظر رکھتے ہیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام کی قوّت قدسیہ ایسے عظیم مقام پر دکھائی دیتی ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے حالات اور خیالات سے آپؑ کو خبر دیا کرتا تھا اور آپؑ معترضین کے اعتراضات کا جواب اُن کے پوچھے بنا ہی دے دیا کرتے تھے یا اپنے خدام کی تالیف قلب کے لئے اُن سے احسان کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت میاں عبدالعزیز صاحبؓ جو ایک مسکین الطبع شخص تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں حضور علیہ السلام کے پینے کیلئے دودھ کا گلاس آیا تو میرے دل میں حضورؑ کا پس

خوردہ دودھ پینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن وہاں موجود باقی افراد کا خیال کر کے چُپ ہو رہا۔ اسی اثناء میں حضور علیہ السلام نے از خود فرمایا: میاں عبدالعزیز! آؤ یہ دودھ پی لو۔

حضرت میاں عبدالعزیز صاحبؓ مزید بیان فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں جب مَیں پہنچا اور سلام عرض کیا تو میرے دل میں حضور علیہ السلام سے مصافحہ کرنے کی شدید خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن اس کا اظہار نہیں کر سکا۔ اچانک حضور علیہ السلام نے فرمایا: میاں عبدالعزیز! آ کر مصافحہ تو کر لو۔

مقرر موصوف نے بتایا کہ ایک بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں ایک مولوی آیا اور اُس نے نہایت بے ادبی سے حضور علیہ السلام کے تلفّظ پر اعتراضات کرنے شروع کئے۔ حضرت شاہزادہ عبداللطیف صاحبؓ بھی اس مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپؓ کو اُس مولوی کے انداز سے اتنا غصہ آیا کہ فارسی میں اُس سے بات کرنا شروع کردی۔ اُس وقت حضرت اقدس علیہ السلام نے آپؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا ورنہ خطرہ تھا کہ آپؓ جوش میں اُس مولوی پر ہاتھ اٹھا دیتے۔

حضور علیہ السلام کی پاکیزہ حیات میں متعدد ایسے واقعات آئے جب آپؑ کی صداقت کا نہایت شان سے ظہور ہوا۔ چنانچہ کپورتھلہ کی احمدیہ مسجد پر جب غیروں نے قبضہ کرلیا اور عدالت میں اس کا مقدمہ پیش تھا۔ اُس وقت احمدیوں نے نہایت پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، اگر مَیں سچا ہوں تو یہ مسجد تمہیں مل کر رہے گی۔ لیکن حالات یوں دکھائی دیتے تھے کہ بظاہر جج کی نیّت اس کے برعکس تھی اور وہ یہ اظہار اپنی زبان سے بھی کر رہا تھا کہ احمدیوں نے اپنا نیا مذہب بنالیا ہے تو اب مسجد بھی نئی بنائیں۔ تاہم مسیح وقت کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہی انجام کار پورے ہونے تھے اس لئے خدا تعالیٰ کی تقدیر اس طرح پر ظاہر ہوئی کہ جس روز اُس جج نے عدالت میں مقدمہ کا فیصلہ لکھوانا تھا اُس صبح عدالت جانے سے پہلے جب اُس کا نوکر اُس کو بوٹ پہنانے لگا تو جج کو دل کا شدید دورہ ہوا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اُس کی موت کے بعد وہاں متعیّن ہونے والے نئے جج نے مسل کا جائزہ لے کر احمدیوں کے حق میں فیصلہ کردیا۔

حضور علیہ السلام کو اپنے غلاموں کا خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اُسی سے مدد کا طالب ہونا اس قدر مرغوب تھا کہ آپؑ نے اپنے ایک مخلص مرید کا ذکر کرتے ہوئے خوشنودی کا اظہار فرمایا کہ سیٹھ صاحب جب کسی ابتلاء میں آتے ہیں تو دنیاوی لحاظ سے ہاتھ پاؤں مارنے کی بجائے دعا کے لئے قادیان چلے آتے ہیں۔

مقرر موصوف نے کہا کہ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں سے یہ توقّع فرمائی تھی کہ ہمارے مریدوں کو چاہئے کہ وہ ہماری طرف منسوب ہو کر پھر ہمارے نام کو بدنام نہ کریں، پس آج ہمارا فرض ہے کہ اگر ہم خود کو احمدی کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں تو ہمارا عمل اس طرح سے پاکیزہ ہونا چاہئے کہ جس پر کوئی داغ نظر نہ آئے کیونکہ آج جو احمدی بھی کسی کمزوری کا مظاہرہ کرے گا تو دیکھنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی پیش فرمودہ تعلیم پر اعتراض کریں گے۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ بیعت پیوند کی طرح ہوتی ہے۔ جس کی بیعت کی جاتی ہے، اُس کا رنگ بھی نظر آنا چاہئے۔ چنانچہ ہم نے بھی بیعت کے نتیجہ میں جو پیوندکاری کی ہے اُس کے نتیجہ میں ہم میں بھی اُس پاکیزہ سیرت کا عکس ظاہر ہونا چاہئے جس کی تعلیم اور جس کی ذات ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

## بحیثیت والد ہماری ذمہ داری

اس سیشن کی دوسری تقریر مکرم فہیم احمد انور صاحب نائب صدر صف دوم نے انگریزی زبان میں کی۔ تقریر کا عنوان تھا: ''بحیثیت والد ہماری ذمہ داری''۔

مقرر موصوف نے اپنی تقریر کا آغاز اس قرآنی دعا سے کیا: رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ یعنی: اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔

موصوف نے بتایا کہ اس وقت جنریشن گیپ (Generation Gap) کے نتیجہ میں کئی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ جہاں بچوں کو اپنے والد سے عزت و احترام سے پیش آنا چاہئے وہاں والد کو بھی بچوں سے محبت، شفقت اور دوستانہ برتاؤ کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح ایک والد جو مجلس انصاراللہ کا بھی رُکن ہو، اُسے اپنے عہد کے یہ الفاظ ہمیشہ سامنے رکھنے چاہئیں کہ: ''مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا''۔

مقرّر موصوف نے باپ اور بچوں کے تعلق میں برطانوی معاشرہ کی خوبصورت روایات کا ذکر کرنے کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضور انور ایدہ اللہ کا اپنے بچوں سے خصوصاً اور بچوں سے عموماً سلوک کا اختصار سے ذکر کیا اور بتایا کہ والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کے لئے بچوں کے معاملات اور معمولات میں دلچسپی لینی چاہئے۔ والد کو بچے کے تعلیمی ادارہ، اُس کے اساتذہ اور ماحول کا اندازہ بھی ہونا چاہئے۔ والد کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو شفقت سے اپنے ساتھ لگائے اور پیار کرے جس طرح آنحضور ﷺ اپنے نواسوں کو پیار کیا کرتے تھے۔ احمدی باپ کو چاہئے کہ اپنے بچوں کے اچھے کاموں اور اچھے خیالات کی تعریف کرے اور کوشش کرے کہ بچوں کی تربیت ایسے ماحول میں ہو کہ وہ اپنی آئندہ زندگی کے فیصلے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کرنے کی کوشش کریں۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اپنی وہ خواب بیان کی جس میں آپؑ اپنے بیٹے کو ذبح کررہے ہیں تو حضرت اسماعیلؑ نے پورے شعور کے ساتھ اطاعت کرتے ہوئے اپنا سر تسلیم خم کیا۔ آج یہی تعلق ہمارا اپنی اولاد (خصوصاً وقفِ نَو بچوں) کے ساتھ نظر آنا چاہئے کہ جب اُن سے نظام اُن کی رائے پوچھے تو وہ یہ نہ کہیں کہ ہمارے والدین نے ہمیں وقف کیا تھا اس لئے ہم حاضر ہیں بلکہ خدا کی رضا کی خاطر اپنے آپ کو پیش کریں۔ اسی طرح مالی قربانی کے میدان میں بھی وہ ذاتی طور پر حصہ لیں۔ اسی مقصد کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وقف جدید کے دفتر اطفال کی بنیاد رکھی تھی اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے پاکستان میں وقف جدید کے بجٹ میں دفتر اطفال کا حصہ نصف سے زیادہ ہے۔

مقرّر موصوف نے کہا کہ بچوں کو خدا تعالیٰ کے قرب کے راستے بتانے کے لئے ہمیں اُن کی رہنمائی کرنی چاہئے اور مختلف دعاؤں اور تسبیحات کے بارہ میں بتاتے ہوئے اُن کے اثرات اور پس منظر سے بھی آگاہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ ایک بار مَیں نے اپنے بچوں کے ساتھ ایسی 33 باتیں ڈھونڈیں جنہیں الحمدللہ کی تسبیح کے ساتھ ذہن میں رکھا جائے تو الحمدللہ کے مطالب زیادہ وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔

بچے عموماً نقّال ہوتے ہیں۔ جو لوگ اپنے گھروں میں بیویوں اور بچوں کے ساتھ شفقت اور محبت کا سلوک روا رکھتے ہیں وہ گھروں میں سکون پیدا کرنے کے لئے اپنے بچوں کے رول ماڈل بنتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ بچوں کو اُن کی اہمیت کا احساس دلائیں۔ جب ہم کسی بڑے سے ملتے ہیں جن کے ساتھ کوئی بچہ بھی ہوتا ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم بچے سے بھی مصافحہ کریں اور حال وغیرہ پوچھیں۔ بچہ اگر کوئی اچھا کام کرے تو اُس کی تعریف کریں۔ بڑی عمر کے بچوں سے شادی کے موضوع پر بات چیت کریں۔ استخارہ کے متعلق اُن کو معلومات دیں۔

اپنی تقریر کے آخر میں مقرر موصوف نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہم اپنی مصروفیات، روزگار یا جماعتی خدمات کی وجہ سے اپنے بچوں سے تعلق نہ توڑیں بلکہ اُن کے اور اپنے درمیان زیادہ سے زیادہ پُل بنانے کے لئے کوشش کریں۔

## انٹرنیٹ کے مسائل اور والدین کا فرض

اس سیشن کی تیسری اور آخری تقریر مکرم ندیم الرحمٰن صاحب کی تھی۔ انگریزی زبان میں کی جانے والی اس تقریر کا موضوع ''انٹرنیٹ کے مسائل اور والدین کے فرائض'' تھا۔

آپ نے بتایا کہ انٹرنیٹ کا بڑا مقصد Bridging the Gap of Knowledge یعنی مختلف طبقات کے درمیان علم میں فرق کے اختلاف کو کم کرنا اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ معلومات مہیا کرنا ہے۔ چنانچہ انٹرنیٹ کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ اس سے آپ مختلف علوم کو بنیادی سطح سے لے کر اعلیٰ سطح تک حاصل کر سکتے ہیں۔ نیز انٹرنیٹ کے ذریعہ لوگوں کے درمیان باہمی روابط مضبوط کئے جاسکتے ہیں (Communication Between People)۔ اسی طرح انٹرنیٹ کے ذریعہ علم کے ذرائع کو وسیع کیا جاسکتا ہے (Share the Resources)۔ اس کی ایک بڑی مثال مجلس انصاراللہ برطانیہ کا انٹرنیٹ کے ذریعہ قرآن کریم سکھانے کا پروگرام ہے۔ مزید یہ کہ تبلیغ کے اہم ذرائع بھی انٹرنیٹ کے مرہون منّت ہیں۔ تاہم انٹرنیٹ کے فوائد کے ساتھ ساتھ اس کے نقصانات بھی بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ کم عمر بچوں کے ایسے افراد کے ساتھ روابط پیدا ہوسکتے ہیں جو بدی کی دنیا کی طرف دھکیلنے والے لوگ ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ لوگ باہم جھوٹ کا لبادہ اوڑھ کر مسلسل جھوٹی زندگی گزارتے ہیں اور دوسروں کو دھوکہ دیتے چلے جاتے ہیں۔ بداخلاقی پر مبنی فلموں اور مناظر کا دیکھنا بھی انٹرنیٹ کا ایک منفی پہلو ہے۔ مزید یہ کہ وقت جیسی قیمتی چیز کا ضیاع بھی انٹرنیٹ کے ذریعہ بہت زیادہ سامنے آرہا ہے۔

مقرر موصوف نے بتایا کہ وہ ذاتی طور پر ایسے گھرانوں سے بھی واقف ہیں جہاں بچے اور والدین سب ایک ہی گھر کے مختلف حصوں میں کمپیوٹر اور فون وغیرہ پر مصروف ہیں اور باہم رابطہ بھی "WhatsApp" کے ذریعہ کرتے ہیں۔ اس کے نقصانات سے بچنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ گھر میں ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ براہ راست روابط پیدا کریں۔ بچوں کی کمپیوٹر پر ہونے والی سرگرمیوں سے آگاہ رہیں اور اس حوالہ سے اُن سے تبادلۂ خیال بھی کرتے رہیں۔

تقریر کے آخر میں مقرر موصوف نے والدین کے بچوں کے لئے بہترین نمونہ بننے کی اہمیت بیان کی اور اس اہم نصیحت کے ساتھ تقریر ختم کی کہ انٹرنیٹ صرف اُسی صورت میں آپ کی عائلی زندگی کو خراب کرسکتا ہے جس حد تک آپ اُسے اس دراندازی کی اجازت دیں گے۔

دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا جو مکرم چودھری وسیم احمد صاحب نے کروائی۔ بعد ازاں نماز مغرب اور عشاء ادا کی گئیں اور پہلے دن کا پروگرام اختتام کو پہنچا۔

## سالانہ اجتماع کا دوسرا روز

آج صبح کے اجلاس میں چند علمی مقابلہ جات کا انعقاد ہوا جبکہ اُسی وقت میدانِ عمل میں چند ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔

اجتماع گاہ میں نماز ظہر وعصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد اجتماع کا تیسرا سیشن مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم داؤد احمد صاحب نے کی۔ آیات کریمہ کا ترجمہ مکرم ڈاکٹر مسعود احمد مجوکہ صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ مکرم صفدر حسین عباسی صاحب نے محترم ثاقب زیروی صاحب کے کلام ''نوید منزل'' سے چند اشعار ترنّم سے پڑھ کر سنائے۔

### دعوت الی اللہ ہمارا فرض ہے

اس سیشن میں سب سے پہلے ایک Presentation تھی جو مکرم شکیل احمد بٹ صاحب قائد تبلیغ مجلس انصاراللہ یوکے نے پیش کی۔ آپ نے سورۃ حٰمٓ السجدہ کی آیت 34 کی تلاوت کی اور درج ذیل ترجمہ پڑھا: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجا لائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

مقرر موصوف نے اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد پیش کیا کہ ''ہمارے اختیار میں ہوتو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں''۔ پھر بتایا کہ حضور علیہ السلام کے ارشادات اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی روشنی میں مجلس انصاراللہ یوکے سارے ملک میں مسلسل ایسے پروگراموں کا انعقاد کرتی رہتی ہے جس کے نتیجے میں اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ملک کی زیادہ سے زیادہ آبادی تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچ جائے۔ حضور انور نے ایک بار یہ ہدایت بھی فرمائی تھی کہ جس طرح حج اور دیگر میلوں کے مواقع پر آنحضور ﷺ تبلیغ کیا کرتے تھے اسی طرح انصار بھی مقامی طور پر ہونے والے میلوں میں سٹال لگائیں اور اسلام کے بارہ میں غلط فہمیوں کا ازالہ کریں۔ نیز دیہات میں چونکہ شرفاء کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اس لئے وہاں کے باسیوں میں انفرادی تبلیغ پر خصوصی توجہ دی جائے۔

قائد تبلیغ نے مختلف اعداد وشمار پیش کرتے ہوئے گزشتہ پانچ سال میں مجلس انصاراللہ برطانیہ کی تبلیغی کاوشوں پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ گزشتہ پانچ سال میں برطانیہ کے 3792 دیہات وزٹ کئے گئے اور واقعتاً گھر بہ گھر پہنچ کر نیز نمائشوں کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ افراد کو اسلام احمدیت کی تعلیمات سے آگاہ کیا گیا۔ اسی طرح شہروں میں گزشتہ پانچ سال میں 12130 تبلیغی سٹالز لگائے گئے جبکہ اس عرصہ کے دوران تقسیم کئے جانے والے لیفلیٹس کی تعداد 2.7 ملین سے زائد ہے۔ نیز آنحضور ﷺ کی حیات مبارکہ "Life of Muhammad[sa]" اور حضور انور ایدہ اللہ کی کتاب "Pathway to Peace" کی تقسیم کے لئے خصوصی مساعی کی گئی۔

گزشتہ پانچ سال کے دوران مختلف نمائشوں، مجالس سوال و جواب اور اسی نوعیت کے پروگراموں کی کُل تعداد 1170 رہی۔ ان پروگراموں کی بازگشت مختلف سطحوں پر بلکہ پارلیمنٹ میں بھی سنی گئی۔

تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے ثمرات کے حوالہ سے مکرم قائد صاحب نے بتایا کہ گزشتہ سال 124 سعید روحوں کو اسلام احمدیت کی آغوش میں آنے کی توفیق ملی جبکہ امسال اب تک ایسے خوش نصیب افراد کی تعداد 31 ہے۔

### UK میں احمدیوں کے خلاف تعصّب اور انصار کا کردار

اس سیشن کی اگلی تقریر مکرم ٹوبان ایفرام موانجے (Toban Ephram Mwanje) صاحب کی تھی۔ آپ کا تعلق یوگنڈا سے ہے اور اس وقت برمنگھم میں مقیم ہیں۔ آپ نے قریباً بیس سال قبل احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ آپ کی تقریر کا موضوع تھا: "Persecution of Ahmadis in the UK & Role of Young Ansar" یعنی برطانیہ میں احمدیوں کے خلاف مذہب کی بنیاد پر جاری تشدّد کی مہم کے جواب میں نوجوان انصار کا کردار کیا ہونا چاہئے۔

مقرر موصوف نے نہایت خوبصورتی سے اپنے موضوع سے انصاف کیا اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ کے حوالہ سے مکرم اسد شاہ صاحب آف گلاسگو کی شہادت کے پس منظر اور اس حوالہ سے حضور انور کی احمدیوں سے توقّعات پر روشنی ڈالی۔ آپ نے برمنگھم اور بعض دوسرے شہروں میں احمدیہ مساجد کی تعمیر کے خلاف ہونے والے مظاہروں اور بہت سے ایسی مقامی پابندیوں کا بھی ذکر کیا جس کے نتیجہ میں احمدیوں کو دیگر مسلمانوں سے علیحدہ کر کے ایک نئے مذہب کے طور پر پیش کرنے کی سازش کی جارہی تھی۔

مخالفت کی اس صورتحال (میں جو اگرچہ پاکستان، بنگلہ دیش، انڈونیشیا اور بعض دیگر ممالک میں کی جانے والی احمدیوں کی مخالفت جیسی سنگین نہیں ہے لیکن اس) کے نتیجہ میں ہم انصار پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ سے بہت بڑھ کر تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے اور اس مقصد کے لئے نماز اور عبادات کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ نیز اپنی روایات اور اقدار کی حفاظت کرنا اور اطاعت کے جذبہ کے ساتھ اسلام احمدیت کی حقیقی تعلیمات سے دوسروں کو روشناس کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگیوں کو بھی ایسے مقام پر لانا چاہئے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ایک عملی مسلمان کا کردار کیا ہوتا ہے۔

مقرر موصوف نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایک خطبہ جمعہ کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ جس طرح حضور انور نے ایک دوسرے ملک کی ذیلی تنظیموں کو ہدایت فرمائی تھی کہ اپنے کاموں کے سلسلہ میں کونسل سے خود رابطہ کریں اسی طرح ہمیں بھی چاہئے کہ ایسے مقامات پر جہاں احمدیوں کو الگ تھلگ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے یا کسی بھی قسم کی نفرت انگیز مہم اُن کے خلاف چلائی جارہی ہے، وہاں متعلقہ حکّام سے مل کر شر پسند عناصر سے نبٹنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب احمدیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور دشمن کے شر کو اُن پر ہی اُلٹا دے۔ آمین

مقرر موصوف نے نوجوان انصار کی اس ذمہ داری پر بھی روشنی ڈالی کہ معاشرتی برائیوں سے اپنی نوجوان نسل کو بچانے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ منشیات، جوا اور شراب وغیرہ کے استعمال سے اس ملک کی نوجوان نسل کا مزاج بگڑ رہا ہے۔ ان برائیوں میں مبتلا ہونے کی بڑی وجہ جنریشن گیپ (Generation Gap) یا بڑوں کا اپنے چھوٹوں سے رابطہ نہ رکھنا ہے۔ بچوں کی پیدائش کے بعد ہم اپنے فرض سے غافل رہتے ہیں اور اُن کی تربیت کی طرف توجہ نہیں دیتے لیکن اُن بچوں کے بڑے ہونے کے بعد ہم نظام جماعت کو موردالزام ٹھہرانا شروع کر دیتے ہیں کہ گویا نئی نسل کی تربیت کی ذمہ داری صرف نظام جماعت کی ہی تھی اور ہمارا کام صرف بیج پھینکنا ہی تھا جبکہ فصل کی حفاظت اور آبیاری وغیرہ کی ذمہ داری کسی اَور کی تھی۔ حالانکہ ہمارا فرض تھا کہ ہم اپنی نسلوں کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا کرتے اور اُن کے لئے قابل تقلید نمونہ بنتے۔ دعا بھی کرتے اور خلافت کی اطاعت کرتے ہوئے اُن کے ارشادات کی روشنی میں عمل کرنے کی کوشش کرتے۔

اس تقریر کے بعد شعبہ تبلیغ اور شعبہ مال کے حوالہ سے اعلیٰ کارکردگی کی حامل مجالس کے زعماء کو مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب (صدر اجلاس) نے اعزازات تقسیم کئے۔

## دعوت الی اللہ اور ہمارا فرض

اس سیشن کی آخری تقریر مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نائب امیر یوکے و امام مسجد فضل لندن کی تھی۔ آپ کی تقریر کا موضوع سورۃ حٰمٓ السجدہ کی آیت 34 ہی تھی جس کا ترجمہ ہے: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

مقرر موصوف نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین اہم امور کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بات کرنے کی جو صلاحیت عطا فرمائی ہے، اس نعمت کا بہترین استعمال یہ ہے کہ خدا کی طرف لوگوں کو بلایا جائے یعنی دعوت الی اللہ کی جائے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کے ساتھ عمل صالح بھی نہایت ضروری ہے۔ دراصل دعوت الی اللہ میں یہ عظیم راز پنہاں ہے جس کے نتیجہ میں ذاتی اصلاح کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تیسرا اہم امر اس آیت میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والا اپنی مثال بھی دنیا کے سامنے پیش کر سکے کہ وہ قول و فعل میں عدم تضاد کا مظہر ہے۔ پس جو شخص بھی اپنی ذات میں مثالی احمدی بن جائے گا وہ ایک مثالی داعی الی اللہ اور مثالی مبلغ بھی بن جائے گا۔

محترم امام صاحب نے بتایا کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں ہمارے لئے سب سے بہترین نمونہ آنحضرت ﷺ کا ہے۔ آپ نے دعوت الی اللہ کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا۔ حج کے ایّام میں، دیگر میلوں ٹھیلوں کے مواقع پر جہاں بھی چند لوگوں سے آپ کو بات کرنے کا موقع ملتا تو آپ احسن انداز میں انہیں خدا تعالیٰ کی طرف بلاتے اور اس راہ میں ہر مشکل، تکلیف اور صعوبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے۔ طائف کے سفر میں آپؐ پر اتنے پتھر برسائے گئے کہ خون بہتے ہوئے جوتوں میں جم گیا۔ لیکن ایسی حالت میں بھی آپؐ کے لب سے کسی کے لئے بددعا نہیں آئی اور نہ ہی بعد کی زندگی میں آپؐ نے دکھ پہنچانے والے دشمن کے لئے بددعا کی یا کسی سے کوئی بدسلوکی کی۔

دعوت الی اللہ کی راہ میں آنحضور ﷺ کے صحابہ کو بھی حد درجہ تکالیف پہنچائی گئیں لیکن آنحضور ﷺ کو دی جانے والی تکالیف کا شمار ہی ممکن نہیں۔ آپؐ کے اوپر سجدہ کی حالت میں اوجھڑی ڈال دی گئی، سر پر خاک پھینکی جاتی، بدزبانی اور گالی گلوچ تو عام تھی۔ لیکن آپؐ نے کسی بھی حالت میں تبلیغ نہیں چھوڑی اور نہ ہی کوئی بددعا کی۔ البتہ تبلیغ کے میدان میں ہر ممکن کوشش جاری رکھی۔ بادشاہوں کو خطوط لکھ کر انہیں بھی دعوت الی اللہ کی۔

آنحضور ﷺ کے غلام صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی قابل تقلید نمونہ دعوت الی اللہ کے میدان میں ہمارے سامنے رکھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضُعفِ دینِ مصطفیٰ

حضرت مولوی فتح دین صاحبؓ دھرمکوٹی فرماتے ہیں کہ ایک رات میرا قیام حضور علیہ السلام کے پاس تھا۔ رات کو مَیں نے دیکھا کہ حضورؑ نہایت تکلیف کی حالت میں کروٹیں بدلتے رہے اور دردناک آواز میں گریہ وزاری بھی کرتے رہے۔ صبح جب حضرت مولوی صاحبؓ نے خدمتِ اقدسؑ میں رات کے واقعہ کا ذکر کرکے اتنی تکلیف کے اظہار کا سبب پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دین پر مظالم کا تصوّر کرکے ہمارا یہ حال ہو جاتا ہے۔ نیز اس قسم کے الفاظ بھی فرمائے کہ گویا حضورؑ اپنی اس حالت کو کسی پر ظاہر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

حضور علیہ السلام کی تبلیغ کے حوالہ سے قلبی کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے مکرم امام صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات بھی پیش کئے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں''۔ حضرت اقدسؑ مزید فرماتے ہیں کہ ''اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کرکے تبلیغ کریں۔ اور اس تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جائیں۔''

اگرچہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انگریزوں میں اشاعتِ دین کا کام مَیں اُن لوگوں کے سپرد کرتا ہوں جو انگریزی جانتے ہیں۔ لیکن ان ممالک میں رہنے والے بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ ہم انگریزی زبان سے ناآشنا ہیں۔ اُن احباب کے لئے حضرت میاں شیر محمد صاحبؓ تانگہ بان کا نمونہ قابل تقلید ہے۔ اُنہیں اردو نہیں آتی تھی لیکن وہ اپنے تانگہ میں اخبار الفضل کا تازہ پرچہ رکھ چھوڑتے تھے۔ جب وہ قادیان اور بٹالہ کے درمیان تانگہ بانی کرتے تو پوچھتے کہ کسی سواری کو اردو آتی ہو تو مہربانی کرکے مجھے پڑھ کر سنا دے۔ چنانچہ کوئی نہ کوئی سواری اس پر تیار ہو جاتی اور اس طرح باقی سارے سنتے۔ کہا جاتا ہے کہ بہت سے لوگوں کی ہدایت کا سبب اُن کا یہ طریقہ کار بنا۔

مکرم امام صاحب نے بتایا کہ ایسا ہی ایک واقعہ ایڈیلیڈ (آسٹریلیا) میں بھی مشاہدہ میں آیا۔ جب ایک مجلس سوال و جواب میں ایک پڑھے لکھے آسٹریلین تشریف لائے اور اُن کے ساتھ بہت عمدہ علمی اور تبلیغی گفتگو ہوئی۔ جب مَیں نے اُن سے پوچھا کہ وہ کس کی دعوت پر اس مجلس میں تشریف لائے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ وہ مختار نامی اپنے ہمسائے کی

دعوت پر آئے ہیں۔ مَیں چونکہ مختار کو جانتا تھا اس لئے حیرت سے پوچھا کہ اُسے تو انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں آتا اُس سے کیسے دعوت ملی۔ وہ بتانے لگے کہ ایک دن جب وہ اپنے باغیچہ میں تھے تو مختار اس مجلس کے لئے ایک دعوت نامہ لایا اور میرے سامنے کرکے کہنے لگا: Go, Go۔ وہ کہنے لگے کہ مختار کے کہنے میں کچھ ایسی چاشنی تھی اور اُس کی آنکھوں میں ایسا جذبہ تھا کہ مَیں اُسے انکار نہ کرسکا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی ہے جو دین کی خدمت میں بسر ہو''۔ آپؑ کا اپنا نمونہ یہ تھا کہ انتہائی گرمیوں کے زمانہ میں بھی آپؑ نے اشاعتِ دین کا کام کبھی ترک نہیں کیا۔ ایسی گرمیوں میں جب ہر انسان نڈھال ہوجاتا ہے اُس وقت کسی نے یہ رائے دی کہ اگر حضورؑ کے کمرہ میں لٹکنے والا پردہ لگادیا جائے تاکہ شدید گرمی میں کسی قدر ہوا چلنے کا انتظام ہوجائے۔ اس پر آپؑ نے فرمایا کہ جب ٹھنڈی ہوا آئے گی تو نیند آجائے گی اور کام رُک جائے گا۔

حضور علیہ السلام کے دل میں تبلیغ کا جوش اس قدر غالب تھا کہ ایک موقع پر جب ایک دوست نے دروازہ کھٹکھٹایا اور خواہش ظاہر کی کہ وہ حضورؑ کی خدمت میں خود ایک خوشخبری پہنچانا چاہتے ہیں تو حضورؑ نے اپنی مصروفیت کا عذر کرکے دوسرے دوست کو بھیجا کہ خبر اُن کو بتادیں۔ لیکن خبر لانے والے نے اصرار کیا وہ خود یہ خوشی کی خبر حضورؑ تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس پر حضورؑ دروازہ پر تشریف لے گئے۔ آنے والے دوست نے نہایت جوش سے ایک مناظرہ میں شاندار کامیابی کی اطلاع دی کہ احمدی مبلغ نے کس طرح دلائل کے زور پر مخالف کا ناطقہ بند کردیا۔ یہ سن کر آپؑ نے فرمایا کہ مَیں تو سمجھا تھا کہ آپ یورپ کے مسلمان ہونے کی خبر لائے ہیں۔

دراصل یورپ میں (جو شرک اور تثلیث کا مرکز ہے) تبلیغ کے ثمرات دیکھنا حضرت اقدس علیہ السلام کی دلی خواہش تھی۔ پس آج یہاں رہنے والے احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے آقا کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے حکمت کے ساتھ اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے میں کسی قسم کی سستی کا مظاہرہ نہ کریں۔ اور یاد رکھیں کہ داعیان الی اللہ کی نصرت اور اُن کے کام خود خداتعالیٰ کرتا ہے۔

مکرم امام صاحب نے اپنی تقریر کے اختتام پر ایک داعی الی اللہ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ (سبز پگڑی والے) کے چار واقعات پیش کئے۔ ایک واقعہ میں شدید بھوک اور نقاہت کے عالم میں جب حضرت مولوی صاحبؓ اپنی کتابوں کا بستہ سر کے نیچے رکھ کر ایک کھیت کی منڈیر پر ستانے کے لئے لیٹ گئے تو خواب کے عالم میں آپ کو دودھ کا گلاس بھرکر پلایا گیا۔ جب آپؓ جاگے تو منہ میں دودھ کا ذائقہ تھا اور پھر سارا راستہ آپؓ کو دودھ کے ڈکار آتے رہے اور کمزوری کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔

دوسرے واقعہ میں جب حضرت مولوی صاحبؓ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ تبلیغی سفر پر تھے تو تیز بارش نے اُن کو آلیا۔ دونوں داعیان الی اللہ نے اپنے آپ کو نیز دینی کتابوں کو بھیگنے سے بچانے کے لئے ایک درخت کے نیچے پناہ لی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ یکدم میرے دل میں ڈالا گیا کہ مَیں وہاں سے روانہ ہوجاؤں چنانچہ مَیں نے اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑا اور تیز تیز بارش میں ہی چلنے لگا۔ ابھی ہم کچھ ہی دُور پہنچے تھے کہ زوردار بجلی کا کڑکا ہوا۔ پیچھے مُڑکر دیکھا تو اُسی درخت پر بجلی گری تھی جس کے نتیجہ میں وہ درخت دو حصوں میں منقسم ہوگیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دونوں داعیان الی اللہ کو محفوظ رکھا۔

حضرت مولوی صاحبؓ کی حفاظتِ الٰہی کا تیسرا واقعہ یوں تھا کہ بٹالہ کے ایک لوہار کو تبلیغ کرنے آپؓ اُس کی دکان پر جایا کرتے تھے۔ کسی غیراحمدی مولوی نے اُس کو بار بار آپؓ کے خلاف بھڑکایا اور اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ اپنے ہتھوڑے سے حضرت مولوی صاحبؓ کو اُس وقت قتل کردے جب آپؓ تبلیغ کرنے کے لئے اُس کے پاس آئیں۔

چنانچہ ایک بار جب آپؓ اُس لوہار کی دکان میں داخل ہوئے تو اُس نے قریب پڑا ہوا اپنا بھاری ہتھوڑا اٹھایا اور آگے بڑھ کر آپؓ پر وار کرنے ہی والا تھا کہ ہتھوڑا اوپر اٹھاتے ہوئے اُس کا ہاتھ اچانک چھت کے ساتھ لٹکی ہوئی تیز درانتی کے ساتھ رگڑا اور کٹ کر الگ ہوگیا۔ ہتھوڑا نیچے جاگرا۔ اور جب اُسے شدید زخمی حالت میں ہسپتال لے جایا جارہا تھا تو وہ بلند آواز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دے رہا تھا۔

حضرت مولوی صاحبؓ کے حوالہ سے چوتھا واقعہ یہ تھا کہ چارکوٹ (کشمیر) میں ایک تبلیغی نشست کے دوران چوپال میں بیٹھے لوگوں نے قحط سالی کی شکایت کی اور کہا کہ فلاں چشمہ اگر دوبارہ جاری ہوجائے تو پھر ہم مان جائیں گے کہ آپ کا مسیح سچا ہے۔ آپؓ نے پوچھا کہ کیا تم لوگ سنجیدہ ہو یا خوامخواہ ایک بات ہی کررہے ہو۔ جب اُن لوگوں نے اپنی سنجیدگی کا یقین دلایا تو آپؓ اُن کو ہمراہ لے کر چشمہ پر تشریف لائے۔ جوتے اُتارے اور اُن لوگوں سے کہا کہ ہاتھ اٹھاکر میرے ساتھ دعا میں شامل ہوجاؤ۔ آپؓ نے گریہ وزاری سے دعا شروع کی اور اللہ تعالیٰ سے مسیح موعود کی صداقت کا نشان مانگا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ قحط سالی کی وجہ سے سوکھ کر بند ہوجانے والے اُس چشمہ سے پانی رِسنا شروع ہوگیا اور پھر کچھ ہی دیر میں پانی بہنے لگا۔ یہ نشان دیکھ کر بہت سی سعید روحوں نے قبول احمدیت کی توفیق پائی۔

مکرم امام صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ کے اِس ارشاد پر اپنی پُراثر تقریر کا اختتام کیا۔ حضور انور فرماتے ہیں کہ ''ہر احمدی کو احمدیت کا سفیر، مبلغ اور نقیب بننا چاہئے''۔

دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا جو مکرم امام صاحب نے کروائی۔

چائے کے وقفہ کے بعد سالانہ اجتماع کا چوتھا سیشن مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن کی زیرصدارت شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم ایوب ندیم خان صاحب نے کی۔ آیاتِ کریمہ کا ترجمہ مکرم ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب نے پیش کیا۔ مکرم چودھری منصور احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حمدیہ کلام سے چند اشعار ترنّم سے پڑھ کر سنائے۔

## خداتعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنے کا طریق

اس اجلاس کی پہلی تقریر (Presentation) مکرم نثار آرچرڈ صاحب سیکرٹری تربیت جماعت احمدیہ برطانیہ کی تھی۔ انگریزی میں ہونے والی آپ کی تقریر کا موضوع تھا: ''خداتعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنے کا طریق''۔

مکرم نثار آرچرڈ صاحب نے بتایا کہ مذکورہ موضوع پر باقاعدہ بات کرنے سے پہلے ہمیں ''باہمی تعلق'' یعنی Relationship کی تعریف کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ دراصل دو چیزوں یا دو انسانوں کے باہم ملنے کی حالت کو Relationship کہتے ہیں۔ اگر آپ مختلف لوگوں اور مختلف رشتوں کے حوالہ سے اپنے تعلقات کا جائزہ لیں تو محبت اور پیار کے تعلقات کا سوچیں گے جو اپنے والدین، بھائی بہنوں، بیوی اور اولاد نیز دیگر رشتوں کے حوالہ سے اُستوار کئے جاسکتے ہیں۔ اگر آپ شادی کے بعد کے عرصہ میں اپنی بیوی کی محبت سے متعلق سوچتے ہیں کہ کس طرح آپ چاہتے تھے کہ اپنی باہر کے کاموں اور ذمہ داریوں سے جلدی فارغ ہوکر گھر پہنچیں اور اپنی بیوی کی قربت سے لطف اٹھائیں۔ یہی قربت کا تعلق خداتعالیٰ کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ ایسے انسان کا بھی ایسا ہی حال ہوتا ہے کہ وہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر خدا کی طرف بھاگنا چاہتا ہے۔ تاہم قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ کا مقام نہایت اعلیٰ و برترہستی کا مقام ہے۔ اور کسی انسان کے ساتھ باہمی تعلق کا اظہار خود خداتعالیٰ یوں کرتا ہے کہ اگر کوئی ایک قدم اُس کی طرف اٹھائے تو وہ دس قدم اُس بندے کی طرف آئے گا۔ اور اگر کوئی چل کر اُس کی طرف جائے تو وہ دوڑ کر اپنے بندہ کی طرف آئے گا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے تو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے آنحضورﷺ سے شدید محبت پیدا کرنی چاہئے۔ جس کا طریق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہی سکھایا ہے کہ ہم درود شریف پڑھیں۔ یہ درود ہمیں سوچ سمجھ کر پڑھنا چاہئے۔ ہمیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ آنحضورﷺ نے ہماری خاطر، اسلام کی خاطر، بنی نوع انسان کی خاطر کس قدر ظلم برداشت کئے اور کتنی مشکلات اور تکالیف کے دریا عبور کئے۔ آپؐ نے اپنی ساری زندگی خدا تعالیٰ کی خاطر پیش کر دی اور اسلام کی ترویج کے لئے ہر صعوبت کو خوشی سے برداشت کیا۔

مقرر موصوف نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ کے پاک کلام سے بھی انتہائی محبت کرنی چاہئے۔ تلاوت قرآن کریم کو اپنی عادت بنالینا چاہئے اور اس میں بیان فرمودہ احکام پر عمل کرنا اپنی سعادت خیال کرنا چاہئے۔ یہ بات ہمیشہ ہمارے ذہن میں رہنی چاہئے کہ قرآن کریم 'خدا کا کلام' (Word of God) ہے اور ہمارے لئے مکمل ہدایت اس میں موجود ہے۔

خدا تعالیٰ سے تعلق اُستوار کرنے کیلئے ایک اہم چیز نماز کا قیام ہے۔ غور کریں کہ اگر کوئی ہمارا عزیز ہمیں فون کرے تو کیا ہم اُس کے فون کا جواب نہیں دیں گے!؟ تو کیا وہ عزیز ترین ہستی جو ہمیں اذان کی صورت میں Call کرتی ہے تو ہمیں اُس Call کا جواب نماز کے ذریعہ دینا کس قدر ضروری ہے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ سے اظہارِ محبت کا بہت بڑا ذریعہ نماز ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے۔

مکرم آرچرڈ صاحب نے کہا کہ خدا تعالیٰ صفائی اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے اور نماز کے بارے میں حدیث ہے کہ جس طرح اُس شخص کے جسم پر کوئی مَیل باقی نہیں رہ سکتی جو روزانہ پانچ بار دریا میں نہاتا ہو، اسی طرح جو شخص پانچ بار نماز ادا کرتا ہے، اُس کی روح کی مَیل بھی صاف ہو جاتی ہے۔

مقرر موصوف نے اپنی تقریر کے اختتام سے قبل بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے دعا کرنا لازمی ہے۔ جس قدر سوز و گداز، عاجزی اور رقّت سے خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے دعا کی جائے گی اُسی قدر جلد یہ دعا قبولیت کی منازل طے کرے گی۔ یہ یقین رکھیں کہ دعا ضائع نہیں ہوتی۔ پس اپنی نماز کو جذبات سے بھر دیں۔ خدا سچے عابدوں کو پسند کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوئے دعا کرنی چاہئے کیونکہ اُس نے خود فرمایا ہے کہ دعا کرو، مَیں قبول کروں گا۔ (40:60)

خدا تعالیٰ کی محبت پانے کیلئے ایک بہت عمدہ دعا قرآن کریم میں یہ سکھائی گئی ہے: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (الاعراف 7:24)۔ اس کا ترجمہ یوں ہے کہ اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر تُو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

## میراتھن واک 2016ء

مکرم نثار آرچرڈ صاحب کی مؤثر تقریر کے بعد مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب چیئرمین میراتھن واک نے 29 مئی 2016ء کو ایسٹ لندن میں منعقد ہونے والی سالانہ میراتھن واک کی مختصر رپورٹ پیش کی۔ آپ نے بتایا کہ امسال ہمارا ٹارگٹ نصف ملین پاؤنڈز اکٹھا کرنا ہے جس میں سے 3 لاکھ 70 ہزار سے زائد رقم اکٹھی ہو چکی ہے اور قوی امید ہے کہ 30 نومبر تک (Poppy Appeal میں حصہ لینے کے بعد) نصف ملین پاؤنڈ کا ٹارگٹ حاصل کر لیا جائے گا۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ اب تک اکٹھی کی جانے والی رقم میں سے اکثر غیر از جماعت افراد سے اکٹھی کی گئی ہے۔ امسال اڑہائی ہزار افراد نے میراتھن واک میں حصہ لیا تھا جن میں پانچ سو سے زائد غیر از جماعت افراد تھے۔

مکرم جتوئی صاحب نے بتایا کہ میراتھن واک کے دو بڑے مقاصد ہیں۔ اوّل یہ کہ اسلام کے امن کے پیغام کو معاشرے میں پھیلایا جائے۔ اور دوم یہ کہ انسانیت کی خدمت کے منصوبوں کے لئے فنڈز اکٹھے کئے جائیں۔

اب تک مجلس انصاراللہ برطانیہ کے تحت منعقد کی جانے والی تمام میراتھن واکس میں مجموعی طور پر 2.7 ملین پاؤنڈز کی رقم اکٹھی کی جا چکی ہے اور اڑہائی صد رفاہی اداروں میں یہ رقم تقسیم کی گئی ہے۔ ان اداروں کے نام اور ان کو دی جانے والی رقوم (دیگر معلومات کے ساتھ) متعلقہ ویب سائٹ پر موجود ہیں۔

اس کے بعد مکرم رفیع احمد بھٹی صاحب سیکرٹری میراتھن واک نے مختلف عوامی نمائندوں اور نامور شخصیات کے منتخب پیغامات پیش کئے اور چند اخبارات میں شائع ہونے والی رپورٹس سلائیڈز کے ذریعہ دکھائیں۔

اس موقع پر میراتھن واک کے اُن شرکاء کو سٹیج پر بلا کر انعامات سے بھی نوازا گیا جنہوں نے قابل قدر رقم (قریباً ایک ہزار پاؤنڈز) جمع کرنے کی توفیق پائی تھی۔ ان احباب کو Charity Champion کہا جاتا ہے اور امسال ایسے چیمپیئنز کی تعداد پونے دو صد کے قریب تھی۔ مکرم عبدالماجد طاہر صاحب نے ان افراد کو انعامات عطا کئے۔

## برکاتِ خلافت۔ ذاتی مشاہدات کے آئینہ میں

اس سیشن کی آخری تقریر مکرم مولانا عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر کی تھی جس کا موضوع تھا ''برکاتِ خلافت۔ ذاتی مشاہدات کے آئینہ میں''۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں خلافت کے مقام کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین وہی ہوسکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔ پس برکاتِ خلافت دراصل برکاتِ رسالت اور برکاتِ نبوّت کا ہی سلسلہ ہے اور جو اطاعتِ خلافت میں جس قدر ترقی کرتا چلا جاتا ہے اُسی قدر اُس کی اخلاقی اور روحانی اصلاح ہوتی چلی جاتی ہے۔

محترم مولانا صاحب نے خلافتِ احمدیہ سے بے لوث محبت اور غیر معمولی عشق کے حوالہ سے دنیا کے مختلف ممالک میں پیش آنے والے نہایت مؤثر واقعات کا دلنشیں انداز میں تذکرہ کیا اور یہ واضح کیا کہ جس طرح خلیفۂ وقت کو احباب جماعت سے ایک گہری محبت کا تعلق ہوتا ہے اور وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ اُن کی روحانی اصلاح اور ترقیات کے لئے مسلسل کوشش کرتا چلا جاتا ہے اسی طرح احباب جماعت بھی خلافتِ حقّہ کے ایسے عشق میں گرفتار ہیں کہ خلیفۂ وقت کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اور آپ کے وجود مبارک سے مستفید ہونے کے لئے ہر قربانی پیش کرتے چلے جاتے ہیں۔

مقرر موصوف نے بتایا کہ مشرقی یورپین ممالک سے ایک خاتون کے خاوند احمدیت قبول کر چکے تھے۔ خاتون کی شرط تھی کہ اُن کی تین بیٹیاں ہیں اگر اُن کے ہاں بیٹا پیدا ہو جائے تو وہ بھی احمدیت قبول کر لیں گی۔ اُن کی یہ بات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کر کے دعا کی درخواست کی گئی۔ چند ماہ بعد جب وہ جرمنی کے جلسہ سالانہ میں شامل ہوئیں تو وہ حاملہ تھیں۔ اُن کی خواہش پر حضور انور ایدہ اللہ نے اُن کے ہونے والے بچے کا نام جاہد تجویز کیا جو کہ ایک لڑکے کا نام تھا۔ انہوں نے مقامی مبلغ سے ذکر کیا کہ ڈاکٹر تو یہ کہہ رہے ہیں کہ لڑکی ہوگی لیکن حضور انور نے صرف ایک لڑکے کا ہی نام تجویز فرمایا ہے۔ الغرض بعد ازاں اُن کے ہاں بچہ پیدا ہوا جو لڑکا تھا۔ مبلغ نے جب اُن کو اُن کا وعدہ یاد دلایا تو وہ کہنے لگیں کہ مَیں تو بہت عرصہ پہلے ہی دل سے احمدیت قبول کر چکی ہوں۔ اور پھر انہوں نے باقاعدہ بیعت بھی کر لی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب مغربی افریقہ کے دورے کے دوران بینن

پہنچے تو وہاں شدید بارش جاری تھی۔ سائبان لگائے گئے تھے لیکن اُن کی اطراف نہیں تھیں اور بارش ایسی تھی کہ چھت بھی ٹپک رہی تھی۔ حضور انور باہر تشریف لائے۔ نماز کی ادائیگی سے متعلق دریافت فرمایا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ دس منٹ بعد ہم نماز ادا کریں گے۔ وہاں کے مقامی لوگ جانتے ہیں کہ اُس علاقہ میں ہونے والی بارشیں کئی کئی گھنٹے بلکہ کئی کئی دن جاری رہتی ہیں۔ لیکن اُس دن حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی روحانی نظر کا اثر تھا کہ صرف تین منٹ کے اندر نہ صرف بارش رُک گئی بلکہ موسم میں ایسا ٹھہراؤ پیدا ہو گیا کہ بڑے آرام سے نماز باجماعت ادا کی گئی۔

کیلگری (کینیڈا) میں احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز وہاں تشریف لے گئے تو اُس روز موسم شدید ابر آلود تھا اور تیز ہواؤں نے طوفانی موسم کی طرح بنا رکھا تھا۔ منتظمین خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بہت بڑا فنکشن ہے اور بہت سے اہم مہمانان مدعو ہیں۔ خدشہ ہے کہ موسم کی خرابی کے باعث فنکشن پوری طرح کامیاب نہ ہو سکے اس لئے دعا کی درخواست ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ بات سن کر توقّف کیا اور پھر فرمایا کہ مسجد خدا تعالیٰ کا گھر ہے۔ خدا تعالیٰ کے گھر کے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب ہے اس لئے وہ خود سارے حالات ٹھیک کر دے گا۔ چنانچہ وہاں موجود حضرات نے یہ معجزہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ نہ صرف موسم بالکل ٹھیک ہو گیا بلکہ پروگرام انتہائی کامیابی سے ہمکنار ہوا اور دو گھنٹے سے زائد جاری رہا۔

مقرر موصوف نے بتایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب 2008ء میں غانا تشریف لے گئے تو وہاں صد سالہ جوبلی جلسہ کے لئے قناطیں اور سائبان لگائے گئے تھے۔ تیز ہوائیں چلنے سے کسی سائبان کا بانس ٹوٹا اور ایک بچی کے سر پر لگا جس سے اُس بچی کے سر پر گہری چوٹ آئی۔ یہ بچی وہاں کے مبلغ کی بیٹی تھی اور اگلے روز اس فیملی کی حضور انور سے ملاقات بھی تھی۔ ملاقات کے لئے وہ مبلغ اپنی بچی کو خاص طور پر ہسپتال سے ساتھ لائے۔ جب یہ فیملی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو حضور انور نے بچی کا حال دریافت فرمایا۔ نیز اُسے فرمایا کہ مَیں ساری رات تمہارے لئے دعا کرتا رہا ہوں۔

مقرر موصوف نے بتایا کہ 2004ء کے دورۂ افریقہ کے دوران حضور انور کے قافلہ کی ایک گاڑی کو نہایت خطرناک حادثہ پیش آ گیا۔ گاڑی کئی قلابازیاں کھاتی ہوئی گہری کھائی میں جا گری۔ سارا قافلہ رُک گیا۔ حضور انور نے اُسی وقت اپنی کار کی نشست پر تشریف رکھتے ہوئے پہلے دو نوافل ادا کئے اور پھر باہر نکل کر کھائی میں گرنے والی تباہ شدہ گاڑی کے مسافروں کو باہر نکالنے کا ارشاد فرمایا۔ گاڑی مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی اور بڑی مشکل سے مسافروں کو باہر نکالا گیا۔ یہ ایک عجیب معجزہ تھا کہ کسی شخص کو خراش تک نہ آئی تھی۔ گاڑی کی حالت دیکھ کر اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اس میں موجود تمام لوگ بالکل محفوظ رہے ہوں گے۔ لیکن وہ تو خلافت احمدیہ کی قوّت قدسیہ کا کام کر رہی تھی۔

مذکورہ بالا حادثہ کی خبر سُن کر قریبی گاؤں کے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ یہ نہایت غریب لوگ تھے اور ان کی کسمپرسی ان کے چہروں اور کپڑوں سے عیاں تھی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شکرانہ کے طور پر اُن میں سے ہر ایک کو صدقہ کی رقم سے دل کھول کر نوازا۔ کسی عورت، مرد اور بچے کو بھی محروم نہیں رکھا۔ حضور انور جس طرح پانی کی طرح رقم بہا رہے تھے وہ اُس الہام کے پورا ہونے کا بھی نظارہ تھا کہ ''بادشاہ آیا''۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قوّت قدسیہ کا ایک نظارہ جرمنی میں اُس وقت دیکھا گیا جب میونخ سے روانگی کے وقت حضور انور نے ایک دوست سے فرمایا کہ مجھے فلاں دوائی کی ضرورت ہے، آپ یہ دوائی فارمیسی سے خرید کر فلاں جگہ قافلہ سے مل جائیں۔ وہ دوست بیان کرتے ہیں کہ مَیں اُسی وقت فارمیسی کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اُس وقفہ میں فارمیسی دو گھنٹہ کے لئے بند ہوتی ہے۔ مَیں انتہائی پریشانی میں باہر کھڑا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کروں۔ اسی اثناء میں ایک خاتون وہاں آئیں اور چابی سے دروازہ کھول کر فارمیسی میں داخل ہو گئیں۔ مَیں نے اُن کو اپنی ضرورت بتائی تو انہوں نے مطلوبہ دوا دیتے ہوئے بتایا کہ آج اتفاقاً وہ اپنے گھر کی چابیاں فارمیسی میں ہی بھول گئی تھیں اس لئے انہیں خاص طور پر دوبارہ فارمیسی آنا پڑا ہے۔ لیکن دراصل اُن کا آنا اتفاق نہیں تھا بلکہ یہ خدا تعالیٰ کے ایک پیارے بندے کی ضرورت پوری کرنے کے خدائی فیصلے کا حصہ تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بے مثال شفقت کا ذکر کرتے ہوئے مقرر موصوف نے بتایا کہ ایک مقام پر جب حضور انور نماز پڑھا کر اپنی رہائشگاہ میں تشریف لے جانے لگے تو حضور انور کی نظر اُن معصوم افریقی بچوں پر پڑی جو دیوار کے اوپر سے حضور انور کا دیدار کر رہے تھے۔ حضور انور اندر تشریف لے جا کر فوراً ہی باہر آئے اور اُن بچوں کے پاس جا کر انہیں نہایت شفقت سے چاکلیٹ عطا فرمائے اور پیار کیا۔ یہ ایسا نظارہ تھا جس نے نہ صرف بچوں کو بلکہ دیکھنے والوں کو بھی نہال کر دیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب پہلی بار 1977ء میں غانا تشریف لے جانے لگے تو ایک رات پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے آپ کو یاد فرمایا اور بتایا کہ مَیں نے ایک رؤیا دیکھی ہے کہ غانا میں جہاں تمہارے قدم پڑیں گے وہاں سے زمین خزانے اُگلے گی۔ جب حضور انور ایدہ اللہ نے مسندِ خلافت پر رونق افروز ہونے کے بعد 2004ء میں غانا کا پہلا دورہ فرمایا تو آپ نے وہاں کے صدر مملکت کو اس حوالہ سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے اِس دورے کے بعد آپ کی زمین سے تیل بھی نکلے گا اور خوشحالی بھی پیدا ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ 2008ء میں جب حضور انور نے غانا کا دوسرا دورہ فرمایا تو صدر مملکت نے تصدیق کی کہ غانا کی سرزمین سے تیل بھی نکلا ہے اور بعض دوسری دھاتیں بھی اور واقعتہً خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اُس رؤیا کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت قدموں کے صدقے سرزمینِ غانا کو خاص طور پر نوازا ہے۔

مقرّر موصوف نے اپنی تقریر کا اختتام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک دردمندانہ نصیحت کے ساتھ کیا جس میں حضورؓ نے احباب جماعت کو نہایت اخلاص اور وفا کے ساتھ خلافت احمدیہ سے چمٹے رہنے اور کامل اطاعت کرتے ہوئے اس کی برکات سے مستفید ہونے کی تلقین کی تھی۔ اس خوبصورت تقریر کے اختتام پر مکرم عبدالماجد طاہر صاحب نے دعا کروائی اور اس کے بعد نماز مغرب وعشاء ادا کی گئیں۔ اس طرح دوسرے دن کا پروگرام بھی بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

## سالانہ اجتماع کا تیسرا روز

2/اکتوبر 2016ء بروز اتوار کی صبح اجتماع کا پانچواں سیشن قریباً دس بجے شروع ہوا جس میں چند علمی مقابلہ جات کا انعقاد ہوا۔ اسی دوران میدانِ عمل میں ورزشی مقابلہ جات کے فائنل بھی کروائے گئے۔

اجتماع کے چھٹے سیشن کا آغاز قریباً ساڑھے گیارہ بجے مکرم مولانا اخلاق احمد انجم صاحب مبلغ سلسلہ کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا جو مکرم حافظ محمود احمد بٹ صاحب نے کی۔ آیات کریمہ کا ترجمہ مکرم سلیمان ہاشم صاحب نے پیش کیا۔ مکرم فرید احمد مبشر صاحب نے نظم پڑھی۔

### اسلام کی خاندانی اور معاشرتی اقدار

اس سیشن کی پہلی تقریر مکرم کلیم احمد طاہر صاحب سیکرٹری رشتہ ناطہ جماعت احمدیہ

یوکے نے "Islamic family values and cultural values" کے موضوع پر انگریزی زبان میں کی۔

مقرر موصوف نے کہا کہ برابری، باہمی عزت، دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنا، محبت اور اعتماد کا سلوک کرنا...... یہ وہ اقدار ہیں جنہیں اگر گھریلو زندگی میں شامل کیا جائے تو گھر جنّت کا نمونہ بن جاتے ہیں۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اخلاقی اقدار آخر کیا ہیں اور ہماری زندگی میں اُن کی اہمیت کیا ہے؟

مقرر موصوف نے بتایا کہ اقدار دراصل وہ بنیادی اصول ہیں جو ہمیں روزمرّہ فیصلوں کے کرنے میں کام آتے ہیں۔ چنانچہ خاندانی اقدار کے ذریعہ ہم باہمی رشتوں کو نبھاتے ہیں اور خاندانوں کو اکٹھا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے بعض اوقات معاشرتی روایات کا اسلامی اقدار سے اختلاف نظر آتا ہے جس کی وجہ سے گھروں کا امن برباد ہونے لگتا ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بنی نوع انسان میں نسل یا جنس کی بنیاد پر تفریق نہ کی جائے اور بیوی اور خاوند کے حقوق بھی برابر ہیں۔ نکاح کے موقع پر تلاوت کی جانے والی آیات میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ایک دوسرے سے حسن سلوک کرنے کی طرف دونوں کو توجہ دلائی گئی ہے۔ دونوں کو مساوی سطح رکھتے ہوئے فرمایا گیا کہ دونوں کی ذمہ داریاں مختلف ہیں اس لئے دونوں کو باہم محبت اور احترام کا سلوک کرنا ہے۔ اسی طرح ماں باپ کے لئے اپنے لڑکوں اور لڑکیوں سے یکساں حسن سلوک کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر کسی گھر میں اولاد میں تفریق کی جائے تو عموماً اُس گھر میں جوان ہونے والے بیٹے جس سوچ کے ساتھ بڑے ہوتے ہیں اُس کے نتیجے میں وہ اپنی بیویوں کو ماتحت سمجھ کر سلوک کرنا چاہتے ہیں جس سے گھر کا امن اُٹھ جاتا ہے۔

ایک اَور قدر جس کا اسلام میں حکم دیا گیا ہے وہ دوسروں کے حقوق کا احترام کرنے کا اصول ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوسروں سے ایسے ہی برتاؤ کرو جیسا کہ تم اپنے ساتھ سلوک کیا جانا پسند کرتے ہو۔ جہاں بھی یہ سنہری اصول فراموش کیا جاتا ہے وہاں خاندانی نظام میں دراڑیں آجاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ خاوند اور بیوی کا باہمی رشتہ ایسا ہونا چاہئے جیسے دو سچے اور مخلص دوستوں کے درمیان ہوتا ہے۔ کسی بھی شخص کے اخلاق اور اُس کے تعلق باللہ کی گواہ اُس شخص کی بیوی ہوتی ہے۔ جس کا اپنی بیوی سے حسن سلوک نہ ہو اُس کا خدا تعالیٰ سے بھی اچھا تعلق نہیں ہو سکتا۔

مقرر موصوف نے کہا کہ خاوند اور بیوی کے درمیان باہم اعتماد کا تعلق ایک فیملی کے باہمی تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ قرآن کریم نے دونوں کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتے ہوئے حکم دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی کمزوریوں اور غلطیوں پر پردہ ڈالیں۔ آپ خود مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ جس گھر میں خاوند اور بیوی ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی کوشش کریں وہاں پلنے والے بچے بھی خاندانی اقدار میں بہت حساس ہوتے ہیں اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ مضبوط تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس جن گھرانوں میں میاں بیوی کے درمیان ناچاقی رہتی ہو اُن کے بچوں کے درمیان بھی محبت کا وہ رشتہ نظر نہیں آتا بلکہ وہ ایک پہلو سے اپنے گھر سے لاتعلق ہونے لگتے ہیں۔

مقرر موصوف نے کہا کہ ماں باپ کا بچوں کے ساتھ ایک پیار اور اعتماد کا رشتہ قائم رہنا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں بچوں میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور اُن کے شعور میں ترقی ہوتی ہے۔ والدین اور بچوں کو مختلف موضوعات پر رشتوں کے حوالہ سے بھی واضح اور کھول کر بات چیت کرنا ضروری ہے۔ کئی لڑکوں اور لڑکیوں نے مجھ سے یہ اظہار کیا ہے کہ اُن کے والدین اُن کی پسند ناپسند کا خیال نہیں رکھ رہے۔ ایک لڑکے کا کہنا تھا کہ اُسے احساس ہوتا ہے کہ والدین اپنے لئے کوئی رشتہ تلاش کر رہے ہیں نہ کہ میرے لئے۔

مزید یہ کہ والدین اور بچوں کے درمیان اعتماد کا تعلق پیدا کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ والدین ایفائے عہد کی طرف خاص توجہ کریں اور بچوں کے ساتھ کسی بھی عمر میں کئے جانے وعدوں کو نبھانا ضروری سمجھیں۔

تقریر کے اختتام سے قبل قرآنی دعا: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ (سورۃ الفرقان:75) پڑھنے کے بعد مقرر موصوف نے کہا کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ شاید ہی کبھی دعا میں ایسا موقع آیا ہو کہ میں نے اپنی بیوی اور بچوں کے لئے دعا نہ کی ہو۔ پس اگر تقویٰ کو ہم اپنا رہنما اصول قرار دیں لیں اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے مطابق اپنے اعمال بجالائیں تو بلاشبہ ہمارے گھر جنّت کا نمونہ بن جائیں گے۔

## بچوں کی پرورش کے سنہرے اصول

اس سیشن کی دوسری تقریر مکرم مولانا ظہیر احمد خان صاحب قائد تربیت مجلس انصاراللہ برطانیہ کی تھی۔ اردو زبان میں کی جانے والی اس تقریر کا موضوع ''بچوں کی پرورش کے سنہرے اصول'' تھا۔

مکرم مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں قرآن کریم، احادیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے اسلام کے ارشادات کی روشنی میں تربیت اولاد کے موضوع کو بیان کرتے ہوئے دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کے ساتھ ساتھ والدین کو اپنا نمونہ بچوں کے سامنے پیش کرنے کا تربیتی طریق بیان کرتے ہوئے قرآن کریم کے اس بنیادی اصول کو بیان کیا کہ کسی کو ایسا کام کرنے کے لئے نہ کہو جس پر خود عمل نہیں کر رہے، یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ نیز اس آیت کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فرمان کی وضاحت کی کہ وہی بات دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے جس پر انسان خود عمل پیرا ہو۔ اسی طرح جب والدین اپنے بچوں کے لئے یہ دعا مانگتے ہیں کہ انہیں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنا اور ہمیں متقیوں کا امام بنا تو اس میں بھی یہ راز مضمر ہے کہ امام وہ ہوتا ہے جو اپنے وقت کے لوگوں میں سے سب سے بہتر ہو۔ پس جب والدین بچوں کے متقی ہونے اور خود کو ان کا امام ہونے کی دعا مانگتے ہیں تو گویا اس میں بھی یہی حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ والدین کو اپنی تربیت اور تقویٰ پر بھی نظر رکھنی ہوگی۔

مقرر موصوف نے کہا کہ مغربی ممالک میں آباد ہونے والدین کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے بچے سکولوں میں اساتذہ کے زیر سایہ رہ کر مغربی ماحول کا اثر قبول کرتے ہوئے دین سے دُور ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ بچے اگر آٹھ گھنٹے سکول میں گزارتے ہیں تو سولہ گھنٹے گھر پر بھی ہوتے ہیں۔ اگر والدین بچوں کو مناسب وقت دیں اور قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کو سکھائے گئے گُر فَصُرْهُنَّ کے تحت انہیں پیار و محبت سے مانوس کرکے اپنے قریب کرنے کی کوشش کریں تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو فرمایا تھا کہ جب تو ان پرندوں کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ تیری طرف کھچے چلے آئیں گے، اسی طرح جب والدین پیار و محبت سے مانوس کئے گئے بچوں کو اپنی طرف بلائیں گے تو وہ ضرور والدین کی بات سنیں گے۔

مقرر موصوف نے بتایا کہ بچوں کی تربیت کا زمانہ ان کی ولادت سے پہلے شروع ہوجاتا ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے شادی کے بندھن میں بندھنے والے ہر جوڑے کو میاں بیوی کے خاص تعلقات قائم کرنے سے قبل یہ دعا کرنے کی تلقین کی کہ اے اللہ تعالیٰ! تُو ہمیں بھی اور ہماری اس تعلق کے نتیجہ میں عطا ہونے والی اولاد کو بھی شیطان کے ہر حملہ سے محفوظ رکھنا۔ نیز قرآن کریم نے بتایا کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت نے اپنے حمل کے دوران اپنے بچہ کو اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے وقف کیا۔ اور جب وہ بچی پیدا ہوئی تو اس کے لئے دعا کی کہ وہ شیطان کے حملہ سے محفوظ رہے اور پھر اس کی تعلیم و تربیت کے لئے باقاعدہ انتظام کیا گیا۔

آنحضور ﷺ نے بھی بچے کی پیدائش کے فوراً بعد ایک کان میں اذان اور ایک میں اقامت کا جو حکم دیا ہے اس کی بھی غرض یہی ہے کہ بچے کے کان میں پہلی آواز جو پڑے وہ خدا تعالیٰ کی کبریائی، اس کی توحید، اس کے رسول کی رسالت اور فلاح و کامیابی کی طرف بلائے جانے سے متعلق ہو۔

مقرر موصوف نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد سنایا کہ حضورؓ فرماتے ہیں کہ ''میری ماں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بڑے بڑے درجات عطا کرے بہت سارے بچوں کی ماں تھیں مگر وہ کبھی نماز قضا نہ کرتیں۔ ایک چادر پاک صاف صرف اس لئے رکھی ہوئی تھی کہ نماز کے وقت اسے اوڑھ لیتیں۔ نماز پڑھ کر معاً او پر کھونٹی پر لٹکا دیتیں۔ فرقان حمید کا پڑھنا کبھی قضا نہ کیا بلکہ میں نے اپنی ماں کے پیٹ میں قرآن مجید سُنا۔ پھر گود میں سُنا اور پھر ان سے ہی پڑھا''۔ پس والدین کا فرض ہے کہ وہ بچوں کی پیدائش سے پہلے ہی دعا اور اپنے نیک نمونہ کے ساتھ ان کی تربیت کا انتظام کریں۔ پھر والدین اور اولاد کا ایسا تعلق ہونا چاہئے جیسا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کا تھا کہ جب حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل سے فرمایا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ انہیں ذبح کر رہے ہیں تو حضرت اسماعیل کو اپنے والد کی سچائی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پر اتنا یقین تھا کہ انہوں نے فوراً جواب دیا کہ اے میرے والد آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے آپ اس کو بجالائے، آپ یقیناً مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

مقرر موصوف نے کہا کہ مغربی دنیا میں آ کر صرف دنیاوی مال ومتاع کو حقیقی دولت خیال کرنا اور اس کے حصول کے لئے اپنے اور اپنی اولاد کے دینی پہلو کو نظرانداز کرنا نہایت نامناسب طریق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح ایک انسان کے نزدیک بکری کے مرے ہوئے بچے کی کچھ حیثیت نہیں، خدا تعالیٰ کے نزدیک اس دنیا کی مال و دولت کی اس سے بھی بہت کم حیثیت ہے۔ پس ایسے والدین جو بچوں کی تربیت کو نظرانداز کر کے دنیا کی چکا چوند کے شکار ہو کر دنیا کے حصول کی دوڑ میں لگ جاتے ہیں انہیں اس وقتی دولت کا خیال چھوڑ کر اصل متاع یعنی اپنی اور اپنے بچوں کی دینی حالت کے سدھارنے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

مکرم مولانا صاحب نے اپنی تقریر کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس نصیحت پر ختم کیا کہ جن خاندانوں میں مائیں نیک ہوں، نمازیں پڑھنے میں باقاعدہ ہوں، نظام جماعت کی اطاعت کرنے والی ہوں، اجلاسوں اجتماعوں وغیرہ میں باقاعدہ شامل ہونے والی ہوں، ہر قسم کے تربیتی پروگراموں میں اپنے کاموں کا حرج کر کے حصہ لینے والی ہوں، نظام جماعت کی پوری طرح اطاعت گزار ہوں اور سب سے بڑھ کر اپنے بچوں کے لئے دعائیں کرنے والی ہوں تو ایسے گھروں کے بچے عموماً دین کی طرف رغبت رکھنے والے ہوتے ہیں اور ماں باپ کے بھی اطاعت گزار ہوتے ہیں اس لئے سب سے اہم اور ضروری چیز ہے کہ ماں باپ خود اپنے بچوں کے لئے نمونہ بنیں۔

اس تقریر کے بعد علمی و ورزشی مقابلہ جات میں دوم اور سوم آنے والوں میں مکرم مولانا اخلاق احمد انجم صاحب نے انعامات تقسیم کئے۔

## ذکرالٰہی کے ثمرات

اجلاس کی آخری تقریر مکرم اخلاق احمد انجم صاحب نے اردو زبان میں ''ذکرالٰہی کے ثمرات'' کے موضوع پر کی۔ مقرر موصوف نے قرآن کریم کی چند آیات کی تلاوت کی اور حضرت مصلح موعودؓ کے ایک شعر سے اپنی تقریر کا آغاز کیا جس کا پہلا مصرعہ ہے:

ذکر خدا پے زور دے ظلمت دل مٹائے جا

آپ نے بتایا کہ ہمارے دین کی تعلیم کی بہت سی شاخیں اور بہت سے پہلو ہیں مگر ہمارے دین کی عمارت کی بنیاد، اور ہمارے مذہب کے درخت کی جڑ، اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس سے تعلق اور اس سے محبت ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کے حسن کو انسان ہر وقت یاد رکھے اور اس سے ڈرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے مومنو! اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو اور اس کی تسبیح صبح بھی کرو اور شام کو بھی۔ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے.....''۔ نیز فرمایا: ''اور تو اپنے ربّ کو اپنے دل میں کبھی گڑگڑاتے ہوئے اور کبھی ڈرتے ڈرتے اور بغیر اونچی آواز کئے صبحوں اور شاموں کے وقت یاد کیا کر اور غافلوں میں سے نہ ہو''۔

دراصل ذکرالٰہی انوار کی کنجی ہے۔ اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور انسان کی روحانی ترقی ہوتی ہے۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے بھی فرمایا کہ ذکرالٰہی کرنے والے اور ذکرالٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔

حضرت جابرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! جنّت کے باغوں میں چرنے کی کوشش کرو۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! جنّت کے باغ سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ذکر کی مجالس جنّت کے باغ ہیں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ صبح اور شام کے وقت خصوصاً اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُسے اُس قدر و منزلت کا علم ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی ہے، تو وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا کیا تصوّر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ایسی ہی قدر کرتا ہے جیسی اُس (یعنی بندے) کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ایک بار ذکرالٰہی کو بہترین عمل قرار دیتے ہوئے اسے سونے اور چاندی کی اللہ کی راہ میں خیرات اور دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کرنے سے بھی بہتر قرار دیا۔ نیز حدیث قدسی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَیں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو مَیں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو مَیں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو مَیں بھی اس سے بہتر مجمع کے اندر اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے تو مَیں گز بھر اس سے قریب ہو جاتا ہوں۔ اگر وہ گز بھر میرے قریب ہوتا ہے تو مَیں دو ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس سے قریب ہو جاتا ہوں اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو مَیں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔

ذکرالٰہی کی غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ ...... یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے لَاتُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِاللّٰهِ جب دل خدا کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔ اس کی کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دھیان اسی بچے میں رہے گا، اسی طرح پر جو لوگ خدا سے سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حال میں بھی خدا تعالیٰ کو فراموش نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ صوفی کہتے ہیں کہ عام لوگوں کے رونے میں اتنا ثواب نہیں جتنا عارف کے ہنسنے میں ہے۔ وہ بھی تسبیحات ہی ہوتی ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق اور محبت میں رنگین ہوتا ہے۔''

مقرر موصوف نے کہا کہ دل دو چیزوں سے زنگ آلود ہوتا ہے: غفلت اور گناہ سے۔ اور دو ہی چیزوں سے صاف ہوتا ہے: استغفار اور ذکرالٰہی سے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں تیسری شرط یہ رکھی کہ ''ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا''۔ حدیث میں ہے کہ عذاب الٰہی سے بچانے کے واسطے ذکرالٰہی سے زیادہ کوئی چیز موجب نجات نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''استغفار روحانی مگدر ہے۔ اس کے ساتھ روح کو ایک قوّت ملتی ہے اور دل میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ استغفار سے انسان ان جذبات کو ڈھانپنے اور دبانے کی کوشش کرتا ہے جو خدا تعالیٰ سے روکتے ہیں''۔

پس ذکر الٰہی، دل اور روح، دونوں کی غذا ہے۔ اور یہ چند خود تراشیدہ وظائف کا نام نہیں بلکہ نماز، تلاوت قرآن کریم، دعا اور استغفار، نوافل کی ادائیگی، آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا، سب ذکر الٰہی میں آتا ہے۔

مقرر موصوف نے کہا کہ نماز ذکر الٰہی کرنے کا بہترین ذریعہ اور ذکر الٰہی کا مجموعہ ہے۔ یہ دین کا ستون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے انسان! مَیں ہی تیرا خدا ہوں اور میرے سوا تیرا کوئی محبوب نہیں۔ پس میری ہی عبادت کر اور میرے ہی ذکر کے لئے نماز کو قائم کر۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔

پھر قرآن کریم اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے ذکر سے بھرپور ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس میں چاہا گیا ہے...... دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہر احمدی کو اس بات کی فکر ہونی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔

مقرر موصوف نے کہا کہ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا بھی ذکرِ الٰہی کا ایک اعلیٰ طریق ہے جس کا مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ خود آنحضور ﷺ نے اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ نے روحانی انعامات کا وارث بننے کے لئے اس کو لازمی قرار دیا ہے۔

پھر تسبیح و تحمید اور صفات الٰہیہ کا تکرار اور ان کا اقرار بھی ذکر اللہ میں داخل ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے ہر حالت کے متعلق ذکر مقرر فرما دیئے ہیں اس لئے ان کے کرنے سے انسان ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ ...... پھر رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کہ سب سے افضل ذکر یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ باقی اذکار کی بھی مختلف فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ کی نسبت فرمایا ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو زبان سے کہنے میں چھوٹے ہیں مگر جب قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے تو ان کا اتنا بوجھ ہوگا کہ ان کی وجہ سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں۔

مقرر موصوف نے ذکر الٰہی کے مختلف طریق بیان کرنے کے بعد اس کے ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان کو بدیوں سے روکتا ہے۔ اور ذکر کرنے والا انسان اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ہے بشرطیکہ سچے دل سے ذکر کرتا ہو۔ ذکر الٰہی کرنے والے کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ بلاشبہ ذکر الٰہی دلوں کو سکون بخشتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اَلَا بِذِکْرِاللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس کے عام معنی تو یہی ہیں کہ اللہ کے ذکر سے قلوب اطمینان پاتے ہیں لیکن اس کی حقیقت اور فلاسفی یہ ہے کہ جب انسان سچے اخلاص اور پوری وفاداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور ہر وقت اپنے آپ کو اس کے سامنے یقین کرتا ہے، اس سے اس کے دل پر ایک خوف عظمت الٰہی کا پیدا ہوتا ہے وہ خوف اس کو مکروہات اور منہیات سے بچاتا ہے اور انسان تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ اس پر نازل ہوتے ہیں اور اس کو بشارتیں دیتے ہیں اور الہام کا دروازہ اس پر کھولا جاتا ہے۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو گویا دیکھ لیتا ہے اور اس کی وراء الورا طاقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر اس کے دل پر ہم و غم نہیں آسکتا اور طبیعت ہمیشہ ایک نشاط اور خوشی میں رہتی ہے اسی لئے دوسرے مقام پر آیا ہے لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ اگر کوئی ہمّ و غم واقعی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے الہام سے اس کے لئے خارجی اسباب ان کے دور کرنے کے پیدا کر دیتا ہے یا خارق عادت صبر ان کو عطا کرتا ہے''۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''مومن کا فرض ہے کہ وہ اپنے اوقات کو اس طرح صرف کرے کہ ذکر الٰہی اس کی زبان پر جاری ہو اور نمازوں میں اسے شغف اور رغبت ہو۔ ذکرِ الٰہی کرنا گویا سوئچ آن کرنا ہے، سوئچ آن کر دیا جائے تو روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور اگر سوئچ آن نہ کیا جائے تو پھر اندھیرا ہی رہتا ہے۔ اسی طرح اگر ذکر الٰہی نہ کیا جائے تو طبیعت روشن نہیں ہوتی۔ پس اپنے اندر ذکر الٰہی کی عادت پیدا کرو تا خدا سے تمہارا تعلق بڑھ جائے، تمہارے اندر ہمت پیدا ہو جائے، تمہاری نظروں میں تاثیر پیدا ہو جائے اور دشمن کے دلوں میں تمہارا رعب بیٹھ جائے''۔

دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام کو پہنچا جو مکرم اخلاق احمد انجم صاحب نے کروائی۔

## اختتامی اجلاس

نماز ظہر و عصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد اختتامی اجلاس منعقد ہوا۔ اس سیشن کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ کو صدارت کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا جو مکرم داؤد احمد صاحب نے کی۔ آیات کریمہ کا انگریزی ترجمہ مکرم بلال ایٹکنسن صاحب نے پڑھا۔ صدر مجلس کی اقتداء میں عہد دہرائے جانے کے بعد مکرم خالد محمود بٹ صاحب نے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے درج ذیل کلام سے چند اشعار بہت دلنشیں آواز میں پیش کئے:

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اُس میں وہ کیا نہیں

نظم کے بعد مکرم قاری نواب احمد صاحب سابق صدر مجلس انصار اللہ بھارت نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں مرکزِ احمدیت قادیان میں رہائش کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ قادیان سے 18 میل کے فاصلہ پر شہر بٹالہ ہے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں سے ٹرین میں سوار ہونے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی وہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ حضور علیہ السلام کا سب سے بڑا مخالف یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا۔ انہوں نے مخالفت کا ہر ذریعہ اختیار کیا لیکن آج خدا تعالیٰ یہ فیصلہ فرما چکا ہے کہ حق پر کون تھا اور جھوٹا کون تھا۔ قادیان کی پُر رونق بستی آج بھی ترقی کرتی چلی جارہی ہے لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب، جن کا دعویٰ تھا کہ مَیں نے ہی مرزا صاحب کو اٹھایا ہے اور مَیں ہی انہیں گراؤں گا، گویا خدائی دعویٰ تھا...... اُنہیں آج اُن کے آبائی شہر بٹالہ میں بھی کوئی نہیں جانتا۔

1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشاد پر ایک وفد بٹالہ بھجوایا گیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہاں جا کر مختلف طبقات کے لوگوں سے یہ معلوم کرے کہ کیا وہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو جانتے ہیں اور کیا وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے نام سے آشنا ہیں؟ یہ وفد تین روز تک بٹالہ جاتا رہا اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو جانتا ہو اور کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام سے ناآشنا ہو۔

مکرم قاری صاحب نے اپنی مختصر تقریر کے اختتام پر انصار کو اپنے گھر کے سربراہ کے طور پر اُن کی ذمہ داریاں ادا کرنے اور اپنا عمدہ نمونہ پیش کرنے کی طرف توجہ دلائی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات، خطابات اور دیگر نصائح پر اُن کی روح کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد مکرم سیّد منصور احمد شاہ صاحب قائمقام امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے انگریزی زبان میں اپنی مختصر تقریر میں اجتماعات کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور کہا کہ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ان تین دنوں میں ہمارے اندر کیا مثبت تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ان ایام میں جس طرح ہم نماز باجماعت ادا کرتے رہے ہیں، ہمیں واپس جا کر بھی اس سلسلہ کو جاری رکھنا چاہئے اور اس کو اپنی عادت بنالینا چاہئے۔ جیسا کہ نماز کی اہمیت کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ نے متعدد بار ہمیں نصیحت فرمائی ہے۔

مقرر موصوف نے کہا کہ دوسری چیز احمدی بچوں اور نوجوانوں کی تربیت ہے۔ آج کے بچے ذہنی طور پر گزشتہ نسل کے بچوں سے بہت آگے ہیں۔ ان کے لئے عملی نمونہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اپنے عمل کے وقت ہمیں جو چیز پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے وہ خدا تعالیٰ کی ہستی ہے جو ہمارے افعال پر نگران ہے۔

مقرر موصوف نے خلافت کے مقام اور اس کی برکات کی طرف بھی اشارہ کیا اور بتایا کہ خلافت کے بغیر جماعت احمدیہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مکرم شاہ صاحب نے نصیحت کی کہ گھروں میں عہدیداروں کی کمزوریوں کو اجاگر نہ کریں۔ بچوں کے سامنے اس حرکت سے اجتناب کریں۔

تقریر کو ختم کرنے سے قبل آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''کشتی نوح'' سے منتخب حصہ پڑھ کر سنایا۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں: ''اے امیرو اور بادشاہو اور دولتمندو! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اُس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں...... اے عقلمندو! یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی چھوڑ دو۔ ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو...... پرہیزگار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ...... خدا اُن لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اُس کی چھوڑ دو اور اُس کے فرائض میں سُستی نہ کرو اور اُس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات کی ہے''۔

اس کے بعد علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں اوّل انعامات کے علاوہ مجالس کی سطح پر عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ امسال منعقد ہونے والے علمی مقابلہ جات میں تلاوت، حفظ قرآن، نظم، تقریر (اردو و انگریزی)، فی البدیہہ تقریر (اردو و انگریزی)، ٹیم کوئز اور پیغام رسانی جبکہ ورزشی مقابلہ جات میں والی بال، فٹ بال، رسّہ کشی، گولہ پھینکنا، وزن اٹھانا، کلائی پکڑنا، صف اوّل کی 50 میٹر اور صف دوم کی 100 میٹر کی دوڑیں، ٹینس اور کرکٹ کے گیند پھینکنے کے مقابلے شامل تھے۔ مختلف شعبہ جات میں مجالس کی کارکردگی کے حوالہ سے بھی انعامات دیئے گئے۔

علم انعامی کے حوالہ سے مجموعی کارکردگی میں بڑے ریجنز میں اوّل ساؤتھ، دوم نور اور سوم فضل ریجن رہا۔ جبکہ چھوٹے ریجنز میں ساؤتھ ویسٹ اوّل قرار پایا۔

مجموعی کارگزاری کی بنیاد پر چھوٹی مجالس میں اوّل مجلس براملے اور لیوشم، دوم مجلس لیورپول اور سوم مجلس بکسلے قرار پائی۔ جبکہ بڑی مجالس میں سوم مجلس ناربری، دوم مجلس مچم جبکہ مجلس تھارٹن ہیتھ اوّل آکر علم انعامی کی حقدار قرار پائی۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز بابرکت فرمائے۔

تقسیم انعامات کے بعد مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس کی ہدایت پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے گزشتہ خطبہ جمعہ کے اُس حصہ کی ریکارڈنگ پیش کی گئی جس کا تعلق برطانیہ کی ذیلی تنظیموں کے سالانہ اجتماعات سے تھا۔

اس کے بعد مکرم ڈاکٹر منصور احمد ساقی صاحب ناظم اعلیٰ اجتماع نے مختصر رپورٹ پیش کی جس میں بتایا کہ امسال 2009/انصار اجتماع میں شامل ہوئے ہیں جبکہ کُل حاضری 2836/رہی ہے۔ آپ نے اجتماع کے پروگرام کے حوالہ سے چند معروضات کا ذکر کرنے کے بعد اُن مشکلات کا بھی اظہار کیا جو اس نئی جگہ پر اجتماع کے انعقاد کے حوالہ سے پیش آئیں اور توقع ظاہر کی کہ ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جائے گی تا کہ آئندہ پروگراموں میں شامل ہونے والے احباب کو کم سے کم تکلیف اٹھانی پڑے۔

مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ نے اپنی مختصر اختتامی تقریر میں کہا کہ خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ کی نصائح سننے کے بعد اب مجھے کچھ زیادہ نہیں کہنا ہے لیکن حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد کی روشنی میں اجتماع کے اختتامی کلمات مجھے کہنے ہیں۔

مکرم صدر صاحب نے موسم کی خرابی اور پارکنگ کی وجہ سے پیدا ہونے والی اُن تکالیف کا ذکر کیا جو خواتین اور بوڑھوں کو خصوصاً برداشت کرنا پڑیں۔ اسی طرح گرم پانی کی عدم دستیابی پر بھی معذرت کی۔

چیریٹی واک کے لئے فنڈز مہیا کرنے کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اس امر کا اظہار کیا کہ اکٹھی ہونے والی رقم کا تقریباً 45 فیصد حصہ جماعت کے باہر سے اکٹھا کیا گیا ہے اور یہ ایک خوش آئند بات ہے۔

آپ نے مزید کہا کہ حضور انور ایدہ اللہ کی ہدایات کی روشنی میں قرآن کریم کے چودہ پاروں کا لفظی ترجمہ اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی طبع ہو چکا ہے اور بہت کم قیمت پر (بغیر کسی منافع کے) دستیاب ہے۔ احباب کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

آپ نے کارڈف میں مسجد کی تعمیر کے لئے کی جانے والی کوششوں کا بھی ذکر کیا اور تعمیر کی اجازت (Planning permission) جلدی مِل جانے اور اس پر عملدرآمد میں آسانی پیدا ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ اس اجازت نامہ کے حصول کے لئے مکرم صدر صاحب نے مکرم منور احمد مغل صاحب کی کوششوں کو بھی سراہا۔

آپ نے مزید بتایا کہ امسال مجلس انصاراللہ برطانیہ کی سالانہ مجلس شوریٰ کا انعقاد مسجد بیت الفتوح میں 18 و 19/دسمبر کو ہوگا۔

اپنی مختصر تقریر کے آخر میں آپ نے پہلے سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد پیش کیا جس میں حضورؓ نے فرمایا ہے کہ انصاراللہ اپنی عمر کے لحاظ سے اگلے جہان میں جانے کی تیاری کر رہے ہیں اور اس لئے اُن کا حساب صاف ہونا چاہئے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ارشاد پیش کیا جس میں حضور علیہ السلام نے نماز کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ انسان کو خدا کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

مکرم صدر صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایسا وجود ہے جو کسی رخصت اور چھٹی کے بغیر ہمہ وقت اپنی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں مصروف ہے۔

دعا کے ساتھ، جو مکرم ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ نے کروائی، یہ اجلاس اور امسال کا سالانہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

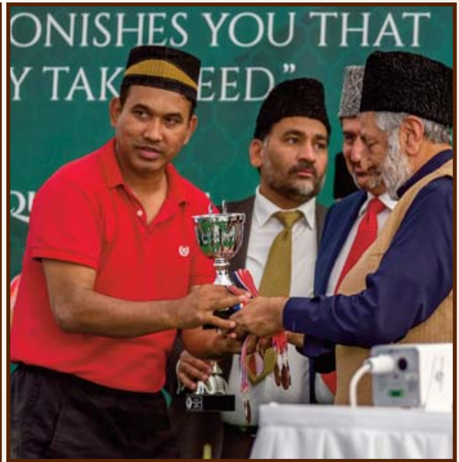
# سالانہ اجتماع انصاراللہ یوکے 2016ء کی چند تصویری جھلکیاں

















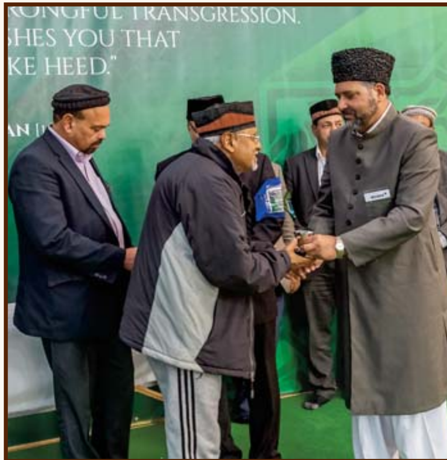












RONGFUL TRANSGRESSION.
SHES YOU THAT
KE HEED."





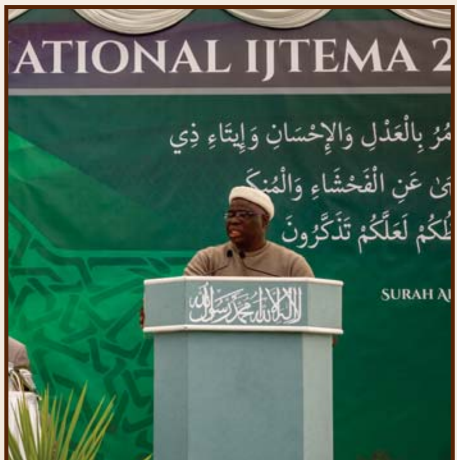

LAH UK NATIONAL IJTEMA 2


UL TRANSGRESSION.
U THAT


GFUL TRANSGRESSION






ATIONAL IJTEMA 2
SURAH AI


Attributes
The Holy Qur'an
First Revelation
The Holy Qur'an
Jesus
The Status of Mary and Jesus
Believe in All Prophets' Books
on
Other Religions
Inter-Religious Harmony
[3:65] Say, 'O People
of the Book! come to a
word equal between us
and you — that we
worship none but
Allah, and that we
associate no partner
with Him, and that
some of us take not
others for Lords beside
Allah.' But if they turn








WALK IN
EXHIBITION




ANSARULLAH UK NATION








IDS INDECENCY, AND MANIFEST
WRONGFUL TRANSGRESSION.
NISHES YOU THAT










OTHERS; AND GIVING LIKE KINDRED;




FUL TRANSGRESSION.









# رپورٹ عشرہ تبلیغ مجلس انصاراللہ مسجد فضل ریجن

## منعقدہ 22 تا 31 جولائی 2016ء




مرکزی ہدایات کے مطابق یوکے بھر میں مورخہ 22 تا 31 جولائی 2016ء کو مجلس انصاراللہ کے تحت عشرہ تبلیغ منایا گیا۔ان دس دنوں میں تبلیغ کے کام کو پہلے سے بڑھ کر تیزی اور منصوبہ بندی کے ساتھ کرنے اور زیادہ سے زیادہ انصار کو اس نیک کام میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی۔ریجن مسجد فضل نے بھی مرکز کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس سلسلہ میں باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے مختلف پروگرام ترتیب دئے۔اس سلسلہ میں ریجنل عاملہ کی میٹنگ میں ہر مجلس کو ان دس دنوں میں کم از کم 30 سٹال لگانے کا ٹارگٹ دیا گیا۔جن میں سے 20 شہر میں جبکہ 10 سٹال گاؤں میں لگانے کا ٹارگٹ دیا گیا۔اسی طرح دوسرے تبلیغی پروگرام منعقد کروانے کی تحریک کی گئی۔ریجن کی طرف سے ایک دوست کے سٹور میں اضافی لٹریچر اور تبلیغی سٹال کے لئے ٹیبل وغیرہ بیت الفتوح سے لاکر رکھوائے گئے تاکہ ہمارے ریجن کی مجالس بوقت ضرورت ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اسی طرح مجالس کو زیادہ سے زیادہ انصار کو اس نیک کام میں شامل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

الحمدللہ تمام مجالس نے بڑے منظّم انداز میں مرکز کی اس تحریک پر لبیک کہا اور باقاعدہ پروگرام بنا کر ہر روز اپنی اپنی مجالس کے انصار، خدام اور بچوں وغیرہ کے ساتھ تبلیغ کے لئے نکلتے رہے۔زعماء مجالس اور ان کے منتظمین تبلیغ باقاعدہ ہر روز اپنی اپنی مجلس کے انصار سے رابطہ کر کے انہیں تبلیغی اسٹال کے لئے ٹائم دینے کے لئے تیار کرتے رہے اور پھر مقررہ وقت پر گاڑیوں میں اکٹھے ہو کر لندن شہر اور اس کے گردونواع کے مختلف ٹرین اسٹیشنوں اور شاپنگ سنٹر کے سامنے جا کر تبلیغی سٹال لگاتے رہے۔ ہر روز نئے انصار صبح اور شام تبلیغی سٹالوں کے لئے جاتے رہے اور لوگوں تک اسلام احمدیت کا پیغام پہنچاتے رہے۔ریجن کی طرف سے ہر روز مجالس سے رابطہ کیا جاتا رہا اور ان کی راہنمائی اور مدد کی جاتی رہی۔اسی طرح ہر روز کی کاروائی سے ہر روز شام کو مرکز کو بھی اگاہ کیا جاتا رہا۔اس عشرہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ریجن مسجد فضل کو کل 231 تبلیغی سٹال لگانے کی توفیق ملی جن پر 1573 مختلف کتب اور 24251 کی تعداد میں فری پمفلٹ اور لٹریچر تقسیم کیا گیا اور مجموعی طور پر 548 انصار نے ان اسٹالز کو لگانے میں حصہ لیا۔

### عشرہ تبلیغ میں اجتماعی تبلیغی پروگراموں کا انعقاد:

اسی طرح اس عشرہ میں ریجن مسجد فضل کی بعض مجالس نے عیدملن پارٹی اور دیگر اجتماعی پروگراموں کا انعقاد بھی کیا جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

### مجلس Mosque South میں عیدملن پارٹی کا انعقاد:

مجلس Mosque South کو اپنے حلقہ میں سٹریٹ پارٹی عیدملن پروگرام منعقد کروانے کی توفیق ملی۔ مورخہ 31 جولائی بروز اتوار بعد دوپہر ایک بجے سے تین بجے تک Whitlock Drive پر سٹریٹ پارٹی کا پروگرام منعقد ہوا جس میں محترم زعیم حلقہ صاحب نے انصار کے تعاون سے اپنے ہمسائیوں کو دعوت دی اور چائے اور کھانے وغیرہ کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 17 مہمان اس پروگرام میں تشریف لائے جنہیں عید اور رمضان کے بارہ میں بتایا گیا اور جماعت کا تعارف کروایا گیا اور ان کی خاطر تواضع کی گئی۔ تمام حاضرین نے یہ پروگرام بہت پسند کیا اور جماعتی کوششوں کی تعریف کی۔

### Claygate میں Exhibition اور عیدملن پارٹی کا انعقاد:

دوران ماہ مجلس Putney Heath نے مرکز کی طرف سے تفویض کردہ گاؤں Claygate میں پہلے مورخہ 17 جولائی بروز اتوار وہاں کے سالانہ Flower شو میں تبلیغی نمائش کا انعقاد کیا جو کہ بہت کامیاب رہا اور 500 سے زائد مہمانوں نے ہمارے سٹال کو وزٹ کیا اور جماعتی تعارف حاصل کیا اور لٹریچر وغیرہ لے کر گئے۔ اسی موقع پر وہاں کی میئر صاحبہ بھی ہمارے سٹال پر تشریف لائیں اور انہوں نے ہمارے سٹال کو بہت پسند کیا اور کہا کہ مجھے تو آج اسلام کی اصل تعلیم کا پتہ چلا ہے اور آئندہ بھی ہمارے پروگراموں میں شامل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مرکز سے محترم خالد محمود صاحب نائب صدر اور محترم زعیم اعلیٰ صاحب بھی اپنی ٹیم کے ساتھ اس پروگرام میں شامل ہوئے۔ اس کے بعد اگلے ہفتہ مورخہ 24 جولائی کو اس گاؤں کے Village Hall میں عیدملن پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ میئر صاحبہ نے اس پروگرام میں شامل ہونے کی



حامی بھری اور پھر 13 دوسرے مہمانوں کے ساتھ تشریف لائیں۔ مرکز سے محترم منصور ساقی صاحب نائب صدر اور محترم مربی صاحب تشریف لائے اور مہمانوں کو جماعت کا تعارف کروایا۔ اسی طرح ریجن سے محترم زعیم اعلیٰ صاحب اپنی ٹیم کے ساتھ شامل ہوئے۔ مہمانوں کی کھانے اور چائے سے تواضع کی گئی۔ تمام مہمانوں نے پروگرام کو بہت پسند کیا۔

### مجلس Wimbledon Park میں عیدملن پارٹی کا انعقاد:

مجلس Wimbledon park نے Albemarle پرائمری سکول میں سکول کی انتظامیہ کے ساتھ مل کر ایک عیدملن پارٹی کا انعقاد کیا۔ پروگرام کے مطابق محترم عمران خالد صاحب مربی سلسلہ لندن ریجن نے سکول کی اسمبلی میں تشریف لا کر تمام بچوں، اساتذہ اور بعض والدین کو رمضان اور عید کے بارہ میں بتایا اور جماعت کا مختصر تعارف کروایا۔ اس کے بعد تمام بچوں کو چاکلیٹ، کارڈ، جماعتی LOGO والی پنسل کا پیکٹ تحفہ دیا گیا اور اساتذہ کی خدمت میں کیک پیش کیا گیا۔ اسی طرح محترم مربی صاحب نے سکول کی لائبریری کو چند جماعتی کتب بطوت تحفہ پیش کیں۔ تمام اساتذہ اور بچوں نے پروگرام کو بہت پسند کیا اور جماعت کا شکریہ ادا کیا۔ اس پروگرام میں 188 بچوں اور 16 اساتذہ شامل ہوئے۔

آخر پر دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس ادنیٰ سی مساعی کو قبول فرمائے۔ اس سلسلہ میں تعاون کرنے والے تمام زعماء، منتظمین تبلیغ اور انصار بھائیوں کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین

منجانب
شعبہ تبلیغ مسجد فضل ریجن